وہ ہم میں سے نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن فرامین کا مجموعہ جن میں آپؐ
نے "لَیسَ مِنَّا" کے الفاظ فرما کر کچھ اعمال و عادات کے حامل
افراد کو اپنے طریقہ زندگی سے ہٹا ہوا قرار دیا ہے۔ احادیث کی
مستند تشریح کے ساتھ

مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

وہ ہم میں سے نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین کا مجموعہ جن میں آپ
نے "لَیْسَ مِنَّا" کے الفاظ فرما کر کچھ اعمال وعادات کے حامل
افراد کو اپنے طریقہ زندگی سے ہٹا ہوا قرار دیا ہے۔ احادیث کی
مستند تشریح کے ساتھ

مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۷۳۵۲۲۸۳

بیت العلوم
Bait-ul-Uloom

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب

وہ ہم میں سے نہیں

مؤلف

مولانا محمد اویس سرور

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

طباعت بار اول
جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ
جون ۲۰۰۹ء

ناشر

بیت العلوم

ہیڈ آفس: ۲۰ - نابھہ روڈ چوک پرانی انارکلی - لاہور فون: 7352483
برانچ: دکان نمبر ۴، الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ، ۴۰ اردو بازار لاہور فون: 7230585
www.baitululoom.com

"وہ ہم میں سے نہیں"

فہرست مضامین

پیش لفظ

احادیث رسول ﷺ قرآن مجید سے الگ کوئی نیا دین پیش نہیں کرتیں بلکہ یہ قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل اوراس کی تفسیر وتشریح ہیں۔ دین اسلام کی تکمیل احادیث نبویہ ﷺ کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتی۔

اللہ رب العزت اپنی کتاب حمید میں فرامین رسول ﷺ کی حجیت کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى﴾(۱)

''وہ خواہش کے مطابق بات نہیں کرتے بلکہ صرف اس وحی کو بیان فرماتے ہیں جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے''

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾(۲)

''جو چیز تمہیں رسول دے دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آجاؤ''

احادیث نبویہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیحت فرمائی تھی کہ وہ دین کی باتوں کو خوب دھیان سے ضبط کریں اور انہیں دوسروں کے سامنے بیان کریں، حدیث کے مشہور امام، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

((تَسْمَعُونَ وَيُسْمَعُ مِنكُمْ، وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يُسْمَعُ مِنكُمْ))(۳)

---

(۱) سورة النجم،رقم الآية : 4-3

(۲) سورة الحشر،رقم الآية: 7

(۳) سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم (3659)، مسند أحمد، رقم :2793

''آج تم مجھ سے دین کی باتیں سنتے ہو، کل تم سے دین کی باتیں سنی جائیں گی۔ پھر ان لوگوں سے دین کی باتیں سنی جائیں گی جن لوگوں نے تم سے دین کی باتیں سنی تھیں''

لہٰذا تم خوب دھیان سے سنو اور اس کو اپنے بعد والوں تک پہنچاؤ، پھر وہ لوگ اپنے بعد والوں تک پہنچائیں گے اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو الفاظ کی گہرائی اور جامعیت بھی عطا فرمائی تھی اور مضامین کی وسعت بھی، ایک طرف آپ کے مختصر کلمات نہایت وسیع مفاہیم کو گھیرے ہوئے ہیں تو دوسری طرف آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہمیں واضح راہ نمائی عطا کرتی ہیں، عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق، دورجدید کے تقاضے اور تعمیر کردار، الغرض کوئی میدان عمل ایسا نہیں جہاں آپ ﷺ نے ہمیں اپنے چشمۂ صافی سے سیراب نہ فرمایا ہو۔

آقائے دو عالم ﷺ نے اپنی امت کو بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے کے لئے ترغیب وترہیب، ذکر سزا وجزا اور بیانِ وعد ووعید میں سے ہر ایک اسلوب اختیار فرمایا ہے، کبھی آپ اعمال حسنہ کے فضائل سنا کر لوگوں کو ان کی طرف راغب کرتے ہیں اور کبھی اعمال سیئہ کے مضرات سے اپنی امت کو آشنا کرتے ہیں، یہ دونوں اسلوب ایک کامیاب اور پراثر داعی کا زادِراہ اور توشۂ سفر ہیں۔

زیر نظر کتاب میں ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن میں نبی پاک ﷺ نے بعض اعمال کی مذمت کو بیان کرتے ہوئے ''لیس منّا'' یعنی ''وہ ہم میں سے نہیں'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، گویا کہ یہ اعمال اس قدر قابل اجتناب ہیں کہ ان کے حامل شخص کو آقا ﷺ اپنی امت، اپنی ملت، اپنے طریقے اور اپنے انداز زندگی سے ہٹا ہوا قرار دے رہے ہیں اور آپ ﷺ کو ایسے شخص پر شدید غصہ اور افسوس ہے۔

یوں تو ''لیس منّا'' کے مفہوم پر بہت سی آراء سامنے آتی ہیں جن پر اگلے چند صفحات

میں روشنی ڈالی جائے گی، لیکن "لیس منا" کے الفاظ پر مشتمل تمام احادیث اوران کی تشریحات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ لفظ انتہائی وسیع مفہوم کا حامل ہے، کیونکہ ایک زاویہ نگاہ میں اس سے مراد خارج از ایمان شخص بھی ہوسکتا ہے اور بعض اوقات ایک مستحب عمل کو چھوڑنے والے شخص کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال فرمائے گئے۔اس لئے بہتر بات یہ ہے کہ "لیس منا" کے مفہوم کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور ہر موقع اور ہر عمل کے مطابق اس لفظ کے معنی متعین کر لئے جائیں، اگر ان الفاظ کو ایک ہی مفہوم دے دیا جائے تو یہ بات ممکن نہیں کہ اس مفہوم ومطلب کو تمام احادیث میں لاگو کیا جا سکے۔

جب ہم اس کتاب پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو ان اعمال کی درج ذیل فہرست ہمارے سامنے آتی ہے جن کے حامل اشخاص کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ وعید سنائی ہے:

1- سنت نبوی ﷺ سے پہلو تہی کرنا
2- چھوٹوں پر شفقت نہ کرنا
3- بڑوں کی تعظیم نہ کرنا
4- علماء کی توقیر سے روگردانی
5- جادو کرنا
6- جادو کروانا
7- قرآن مجید کو خوبصورت آواز سے نہ پڑھنا
8- نوحہ کرنا
9- ماتم کرنا
10- قدرت کے باوجود نکاح نہ کرنا
11- عصبیت کی طرف دعوت دینا یا عصبیت پر مرنا
12- غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا

13- گھڑ دوڑ میں بددیانتی سے کام لینا
14- کہانت کرنا
15- کہانت کروانا
16- بدشگونی کرنا
17- بدشگونی کروانا
18- بے حد لمبی مونچھیں رکھنا
19- عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا
20- مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا
21- تقدیر کا انکار
22- بدلے کے ڈر سے سانپ نہ مارنا
23- مسلمان پر اسلحہ اٹھانا یا اسے خوف زدہ کرنا
24- مصیبت کے وقت بطور ماتم کے سر اور داڑھی کے بال مونڈنا
25- مصیبت کے وقت گریبان پھاڑنا
26- جھوٹا دعویٰ کرنا
27- قوم وقبیلہ کی خاطر لڑائی کرنا
28- اچھے کام کا حکم نہ دینا
29- برے کام سے نہ روکنا
30- ڈاکہ ڈالنا اور کسی کے مال کو ناحق چھیننا
31- وتر نہ پڑھنا
32- غیر اللہ کی قسم کھانا
33- بادشاہوں اور اہل اقتدار کی خوشامد اور چاپلوسی کرنا
34- تیر اندازی اور جنگی تربیت سیکھ کر چھوڑ دینا

35- بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانا یا شوہر کو بیوی کے خلاف کرنا

36- غلام کو مالک سے بدظن کرنا

37- حاملہ قیدی عورت سے مباشرت کرنا

38- زیر ناف بال صاف نہ کرنا

39- ناخن نہ کاٹنا

40- خادم کو مخدوم سے بدظن کرنا

علاوہ ازیں قرآن مجید سورۃ الانعام، آیت:159 میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بھی حضور ﷺ کے طریقے سے ہٹا ہوا قرار دیا ہے جو دین میں بہت سی راہیں نکالیں اور بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو جائیں۔

اس فہرست کا ایک بڑا انوکھا پہلو یہ ہے کہ ان میں اکثر اعمال کا تعلق انسان کی معاشرتی زندگی اور حقوق العباد کے ساتھ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کس حد تک مسلمانوں کو معاشرتی زندگی کی بہتری کی طرف متوجہ کیا ہے۔

ان احادیث کو مستند تشریحات کے ساتھ ایک مجموعہ میں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان برے اعمال سے بچنے کی کوشش کریں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کی وجہ بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اسے راقم کے لئے، بیت العلوم کی انتظامیہ کے لئے اور جملہ معاونین کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔

چنا ہے میں نے ورق ورق سے حسین پھولوں کا اک مجسم
عروج ہوگا یہ میرے فن کا قبولیت کا ملے جو سنگم
ترے کرم سے قبول ہوں گے یہ حرف چنداں، عیاں ہے گرچہ
زباں بھی میری فصیح نہیں ہے، بیان و تحریر بھی بے ہنگم

محمد اویس سرور

"لَيْسَ مِنَّا"

کا مفہوم

ذیل کی عبارت میں "لیس منا" کے مفہوم کی وضاحت میں اہل علم اور حضرات محدثین کی کچھ آراء پیش کی جارہی ہیں جنہیں پڑھ کر ان الفاظ کے وسیع مفہوم کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ليس منا : ليس من سنتنا، ليس من أدبنا" (۱)

"لیس منا کا معنی ہے وہ ہمارے طریقے اور (ہمارے سکھائے ہوئے) آداب پر نہیں"

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "لیس منا" کے مفہوم کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ليس منا: أى من أهل سنتنا وطريقتنا وليس المراد به اخراجه عن الدين ولكن فائدة ايراده بهذا اللفظ المبالغة فى الردع عن الوقوع فى مثل ذلك كما يقول الرجل لولده عند معاتبته: لست منك ولست منى، أى

(۱) سنن الترمذی، کتاب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء فی رحمة الصبيان (رقم الحديث: 1844)

ما أنت بطريقتي"(۱)

"لیس منا (وہ ہم میں سے نہیں) کا معنی ہے "وہ ہماری سنت اور ہمارے طریقے پر نہیں، اس سے مراد اس کو دین سے خارج کرنا (یعنی کافر قرار دینا) نہیں۔ اس لفظ کو لانے سے مقصود سخت الفاظ میں تنبیہ کرنا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کوئی آدمی اپنے بیٹے کو سرزنش کرتے ہوئے کہے "میرا تجھ سے اور تیرا مجھ سے کوئی تعلق نہیں"، یعنی تو میرے راستے اور طریقے پر نہیں"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "لیس منّا" کے مفہوم میں ابن العربی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ليس على ديننا الكامل أى أنه خرج من فرع من فروع الدين وان كان معه أصله" (۲)

"وہ ہمارے دین کامل پر نہیں، یعنی وہ دین کی فروعات میں سے ایک فرع سے نکل گیا اگرچہ دین کی اصل اس میں باقی ہے"

علامہ نووی رحمہ اللہ کی توجیہ

علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

"معناه عند أهل العلم أنه ليس ممن اهتدى بهدينا واقتدى بعلمنا وعملنا وحسن طريقتنا كما يقول الرجل لولده اذا لم يرض فعله لست منى وهكذا القول فى كل الأحاديث الواردة بنحو هذا القول"

(۱) فتح البارى بشرح صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب ليس منا من شق الجيوب(رقم الحديث: 1212)

(۲) فتح البارى بشرح صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب ليس منا من شق الجيوب(رقم الحديث: 1212)

''اہل علم کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص ہمارے ہدایت کردہ راستے پر نہیں اور ہمارے علم وعمل اور اسوۂ حسنہ کی اتباع نہیں کررہا۔ جیسے آدمی اپنے بیٹے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہے ''تو مجھ سے نہیں ہے'' یہ تشریح ان تمام احادیث میں ہوگی جن میں یہ الفاظ آئے ہیں''(۱)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

''لیس منّا'' کے مفہوم کے بارے میں ملاعلی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

''لیس منا أی لیس من أتباعنا و أهل طریقتنا و ملتنا''(۲)

''وہ ہماری اتباع کرنے والوں، ہمارے راستہ کی پیروی کرنے والوں اور ہماری ملت میں سے نہیں ہے''

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں:

''یہ لفظ کبھی غیر واجب میں الفاظ ہوتا ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے((لیس منا من استنجی من الریح)) یعنی جس سے ہوا سے استنجا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ((فمن رغب عن سنتی لیس منی)) یعنی جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔ یہ ارشاد اس شخص کے بارے میں ہے جو نکاح پر قدرت کے باوجود نکاح نہ کرے، حالانکہ نکاح سنت ہے اور بالا جماع واجب نہیں ہے، بعض اوقات یہ لفظ واجب کے بارے میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب مقدمة

(۲) مرقاه المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الوتر(317/3)،رقم الحديث: 1278

شَيْءٍ﴾(۱)

''جن لوگوں نے اپنے دین میں راہیں نکالیں اور گروہوں میں تقسیم ہوگئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں''

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ ''لیس منّا'' کا مفہوم بیان کرتے بعینہٖ وہی بات فرمائی ہے جو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی تھی:

''قوله ليس منا: أى من أهل سنتنا وطريقتنا وليس المراد به اخراجه عن الدين ولكن فائدة ايراد بهذا اللفظ المبالغة فى الردع عن الوقوع فى مثل ذلك كما يقول الرجل لولده عند معاتبته: لست منك ولست منى، أى ما أنت بطريقتى''(۲)

''لیس منا (وہ ہم میں سے نہیں) کا معنی ہے'' وہ ہماری سنت اور ہمارے طریقے پر نہیں، اس سے مراد اس کو دین سے خارج کرنا (یعنی کافر قرار دینا) نہیں۔ اس لفظ کو لانے سے مقصود سخت الفاظ میں تنبیہ کرنا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کوئی آدمی اپنے بیٹے کو سرزنش کرتے ہوئے کہے ''میرا تجھ سے اور تیرا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''، یعنی تو میرے راستے اور طریقے پر نہیں''

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر ان الفاظ میں ''لیس منا'' کا مفہوم ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں:

---

(۱) الأنعام:159

(۲) تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، كتاب الجنائز عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (920)

"ليس من المطيعين لأمرنا" (۱)

''لیس منا کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص ہمارے حکم کی اطاعت کرنے والوں میں سے نہیں ہے''

انہوں نے "لیس منّا" کے معنی میں علامہ مناوی کے حوالہ سے ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"لَيْسَ مِنْ جَمَاعَتِنَا وَطَرِيْقَتِنَا" (۲)

''ایسا شخص ہمارے راستے اور جماعت میں سے ہی نہیں''

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر "لیس منّا" کا یہ معنی بیان کیا ہے:

"ليس منا اى من أهل طريقتنا ومراعى متابعتنا" (۳)

''وہ ہمارے طریقہ اور ہمارے اتباع کا خیال کرنے والوں میں سے نہیں''

---

(۱) تحفة الأحوذی(188/5)

(۲) تحفة الأحوذی(188/5)

(۳) تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، رواه الترمذی فی كتاب الاستئذان والآداب عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی كراهية اليد بالسلام(2619)

جو میری سنت پر عمل نہ کرے
وہ مجھ سے نہیں

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ))(۱)

''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں''

''سنت سے اعراض کرنے'' کا معنی

''کشف الباری عمانی صحیح البخاری'' میں مرقوم ہے:

''فمن رغب عن سنتی'' اس میں سنت طریقہ کے معنی میں ہے، فرض کے مقابلہ میں اصطلاحی سنت مراد نہیں، سنت نکاح کو چھوڑنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی کو کوئی عذر ہو جس کی وجہ سے وہ نکاح نہیں کرتا، ایسا شخص مذکورہ وعید میں داخل نہیں، یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو قدرت واستطاعت اور ضرورت کے باوجود اعراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایک فضول اور لایعنی چیز ہے، اسے پسند نہیں کرتا، ایسا آدمی اس وعید میں داخل ہے''(۲)

---

(۱) رواه البخاری فی کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح(4675)، ومسلم فی کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لم تاقت نفسه الیه ووجد مونه(2487)، والنسائی فی کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل(3165)، وأحمد فی مسند المکثرین من الصحابة(6188) والدارمی فی کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل(2075)

(۲) کشف الباری عما فی صحیح البخاری، کتاب النکاح،ص:134

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا ہے:

''سنت سے اعراض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سنت کی اہمیت کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے اسے چھوڑ دے (البتہ اگر ایسی صورت نہ ہو بلکہ کسی عذر کی وجہ سے سنت کو چھوڑنا پڑے تو یہ وعید و مذمت اس کو شامل نہیں)''(۱)

امام سندی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نسائی کے حاشیہ میں بھی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو ذکر کیا ہے۔

مذکورہ حدیث کا شان ورود

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکور فرمان ایک خاص پس منظر کا حامل ہے، جسے ائمہ حدیث نے کچھ اس طرح نقل کیا ہے:

''ایک مرتبہ تین آدمیوں نے امہات المؤمنین سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات کا احوال معلوم کیا، جب انہیں اس بارے میں بتایا گیا تو انہیں نے گویا کہ اسے تھوڑا سمجھا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہو چکے ہیں، ہمارا ان سے کیا مقابلہ، ان میں سے ایک نے کہا میں آئندہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی افطار نہ کروں گا، تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہ کروں گا اور عورتوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدگی اختیار کروں گا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کو ان کے اس ارادے کی اطلاع دی گئی، آپ نے فرمایا'' تم نے فلاں فلاں بات کی ہے، خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کی خشیت والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں

(۱) شرح مسلم للنووی، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لم تاقت نفسه الیه ووجد مونه(2487)

افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں، میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں''(۱)

سعید بن میبّب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ان تین آدمیوں میں سے ایک حضرت علی بن ابی طالب، دوسرے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور تیسرے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم تھے۔(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے امتی ہونے کی حیثیت سے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا، عادت اور سنت سے محبت رکھنی چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی مزید ترغیب وتلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۳)

''تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چاندی کی انگوٹھی دیکھی (اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھی) تو لوگوں نے انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی اتار دی تو لوگوں نے بھی اتار دیں۔(۴)

---

(۱) رواہ البخاری فی کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح (4675)، ومسلم فی کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لم تاقت نفسه اليه ووجد مونه (2487)، والنسائی فی کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل (3165)، وأحمد فی مسند المكثرين من الصحابة (6188) والدارمی فی کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل (2075)

(۲) فتح الباری (9/130-129)

(۳) سورة الأحزاب: 21

(۴) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب خاتم الفضة (5419)، صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة (4905)، سنن النسائی، کتاب الزینة (5196)، سنن أبی داؤد، کتاب الخاتم (3685)، مسند أحمد، باقی مسند المكثرين (11513)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں مجھے یہ معلوم ہے تم تو ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بوسہ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا ''مجھے یہ معلوم ہے کہ تم ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع، اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہارا بوسہ نہ لیتا۔(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حفصہ بنت عمرؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ''اے امیر المؤمنین! کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ اپنے ان (کھردرے) کپڑوں کے بجائے نرم کپڑے پہنتے اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرمادی ہے اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرمادیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تمہارے خلاف دلیل میں تم سے ہی مہیا کرتا ہوں، کیا تمہیں حضور رضی اللہ عنہ کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ وہ رونے لگیں پھر ان سے فرمایا ''تم نے مجھے یہ کہا ہے لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں مشقت اور تنگی والی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسی زندگی گزاروں گا تاکہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی ان دونوں حضرات جیسی زندگی مل سکے''(۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے نیچے دوپہر کو آرام

---

(۱) کنز العمال(34/3)

(۲) حلیة الأولیاء(48/1)، طبقات ابن سعد(99/3)

فرمایا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے نیچے دوپہر کو آرام فرمایا تھا۔(۱)

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں نماز کے بعد میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''(۲)

جب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو رو پڑتے اور جب بھی (اپنے مکہ والے) مکان کے پاس سے گزرتے تو اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیتے۔(۳)

دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا
جب بھی سرد ہوا چلی ہم نے تجھے یاد کیا

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں میدان عرفات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب وہ قیام گاہ سے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ وہ امام حج کی جگہ پر پہنچے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے جبل رحمت پر وقوف فرمایا۔ میں اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ (غروب کے بعد) جب امام عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مازمین مقام سے پہلے ایک تنگ جگہ پہنچے تو انہوں نے اپنی سواری بٹھائی تو ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے جو سواری کو تھامے ہوئے تھے اس نے کہا نہیں یہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ انہیں یاد آ گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جگہ پہنچے تھے تو آپ قضائے حاجت کے کے لئے رکے تھے اس لئے یہ بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے

---

(۱) الترغيب والترهيب(46/1)

(۲) الترغيب والترهيب(46/1)

(۳) حياة الصحابة (428/1)

ہیں۔(۱)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو لئے، ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لئے میں نے بھی ایسے ہی کیا۔(۲)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں (سیدھا نہیں چلتے تھے بلکہ کبھی راستہ کے دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (کبھی بائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تا کہ میری سواری کا پاؤں حضور ﷺ کی سواری کے پاؤں والی جگہ پر پڑ جائے۔(۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی حیات نبوی ﷺ کا عکس اور پرتو تھی لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمر ﷺ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا، صرف عبادات ہی میں نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے کے لئے سفر میں نکلتے تھے تو آنحضرت ﷺ اس سفر میں جن جن مقامات پر اترتے تھے وہاں وہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے۔ حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرت ﷺ گزرا کرتے تھے، انتہا یہ ہے کہ جس مقام پر حضور نے کبھی طہارت کی تھی اس پر پہنچ کر وہ بھی طہارت کر لیا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لے گئے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عمل تھا آنحضرت ﷺ ذوالحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی کرتے تھے عام

---

(۱) الترغیب والترهیب(47/1)

(۲) الترغیب والترهیب(46/1)

(۳) حلیة الاولیاء(310/1)

دعوت خصوصاً ولیمہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ کی حالت میں بھی دعوت ولیمہ رد نہ کرتے تھے، اگرچہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہوسکتے تھے، مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے کے قبل بطحا میں تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھتے تھے، چنانچہ ارکان میں صرف رکن یمانی کو چھوڑتے تھے ترویہ کے دن احرام کھولتے تھے رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے تھے چپل پہنتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام حرکات وسکنات جو آپ نے بر سبیل سنت کیے یا طبعاً صادر ہوئے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب کی اقتداء کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ ایک آدمی نے آکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا ذرا یہ بتائیں کہ آپ لوگ جو لوگوں کو کشمش کی نبیذ پلاتے ہیں کیا یہ سنت ہے جس کا آپ لوگ اتباع کر رہے ہیں یا آپ کو اس میں دودھ اور شہد سے زیادہ سہولت ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ میرے والد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نبیذ پلا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بھی پلاؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیذ کے چند پیالے منگوائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک پیالہ لے کر اسے نوش فرمایا پھر فرمایا تم لوگوں نے اچھا انتظام کر رکھا ہے ایسے ہی کرتے رہنا۔ تو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے نبیذ کے بجائے دودھ اور شہد کی سبیل کا ہونا میرے لئے باعث مسرت نہیں ہے'' (۲)

---

(۱) سیر الصحابۃ (۳/۳۳۔۳۴)

(۲) طبقات ابن سعد (4/16)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کدو بہت پسند تھا اور آپ اسے بڑے شوق اور رغبت سے تناول فرمایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ اس رغبت کی وجہ کچھ ان الفاظ میں بیان فرمائی:

''ایک مرتبہ (ایک دعوت میں) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ سالن میں کدو تھے۔ آپ کدو کو بہت رغبت سے تناول فرما رہے تھے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کو کدو بہت پسند ہے۔ پس میں کدو آپ کے سامنے رکھنے لگا تاکہ آپ آسانی سے انہیں تناول فرما سکیں''(۱)

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اسلاف امت کی نظر میں

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م:101ھ) فرماتے ہیں:

''سنت کی مخالفت کر کے سلامتی حاصل نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے مخلوق کی رضا حاصل نہیں کی جا سکتی''(۲)

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ (م:245ھ) فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اخلاق و اعمال اور تمام امور و عادات میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع کیا جائے''(۳)

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ (م:283ھ) فرماتے ہیں:

''بندہ جو فعل اقتداء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کرتا ہے خواہ وہ بصورت اطاعت ہو یا معصیت، وہ عیش نفس ہے اور جو فعل اقتداء واتباع سے کرتا ہے وہ نفس پر عتاب اور مشقت ہے کیونکہ نفس کی خواہش کبھی

---

(۱) رواہ احمد (13578)

(۲) روضة الخطباء، ص:440

(۳) ثمرات الأوراق، ص:۷۰، کتاب الاعتصام (۱/۱۰۶)

اقتداء واتباع میں نہیں ہوسکتی اور اصل مقصود ہمارے طریق یعنی سلوک کا یہی ہے کہ اتباع خواہش سے بچیں''(۱)

ایک اور موقع پر فرمایا:

''تین چیزوں سے مخلوق مایوس ہوگئی، توبہ کا التزام، سنت رسول ﷺ کا اتباع اور مخلوق کو اپنی ایذا سے بچانا''(۲)

کسی نے حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا ''عالی ظرفی کیا چیز ہے؟'' فرمایا ''اتباع سنت''(۳)

سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہر وہ فعل جسے انسان آنحضرت ﷺ کی اقتداء کے بغیر کرے خواہ وہ عبادت ہو یا معصیت وہ نفس کی زندگی ہے اور ہر وہ فعل جسے وہ آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں کرے، وہ نفس کیلئے عذاب ہے''(۴)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1943ء) فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت بناتا ہے اس پر خدا تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے''(۵)

مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1965ء) فرماتے ہیں:

''تم حضور ﷺ کے نمونے پر بننا شروع کردو پھر جس نے بننا ہوگا بن جائے گا اور جو بننے والا نہیں ہوگا اور بننے والوں کے لئے رکاوٹ

---

(۱) ثمرات الاوراق، ص: ۷۵، کتاب الاعتصام (۱/۱۰۸)

(۲) ثمرات الاوراق، ص: ۷۶، کتاب الاعتصام (۱/۱۰۸)

(۳) ثمرات الاوراق، ص: ۷۶، کتاب الاعتصام (۱/۱۰۸)

(۴) الرسالة القشيرية، ص: ۳۲

(۵) ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ، باب اول

بنے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس طرح توڑ دے گا جیسے انڈے کے چھلکے کو توڑ دیا جاتا ہے، تم جن کو بڑی طاقتیں کہتے ہو خدا کے نزدیک ان کی حیثیت مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں ہے، اس دنیا میں پاکیزہ انسانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے مکڑیوں کے بڑے بڑے جالے لگ گئے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی سے پاکیزہ انسان بن گئے تو خدا نے عذاب کی ایک جھاڑو سے روم و فارس کے جالے صاف کر دیئے تھے، بالکل یہی صورت روس و امریکہ کی ہوگی" (۱)

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیا پر ہے اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی، اسراف اور تعیش پر ہے۔ تمہیں ان کی معاشرت پسند آنے لگی جنہوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے، عصمتیں لوٹیں، ملک چھینے اور اب بھی تمہیں امداد دے کر اس طرح پال رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو (یعنی ذبح کرنے کے لئے) اور جس نے تمہارے لئے خون بہایا، دانت شہید کرائے، حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے چچا شہید کرائے، تمہارے لئے راتیں جاگتے گزاریں ان کی معاشرت تمہیں پسند نہ آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت بھی قیامت تک کے لئے ہے جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے، جب تم مین نور ایمان آئے گا تو تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کی ایک ایک چیز پیاری لگے گی" (۲)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یقین کیجئے کہ عبادات کا جو طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ

(۱) تذکرۂ مولانا محمد یوسف صاحبؒ، ص:۵۰

(۲) تذکرۂ مولانا محمد یوسف صاحبؒ، ص:۵۴

کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دل کش اور بہتر نظر آئے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا نہیں''(۱)

مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر عمل سنت کے مطابق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ اگرچہ فی نفسہ وہ کتنا اچھا کیوں نہ ہو اور نیت کتنی ہی خالص کیوں نہ ہو''(۲)

آج کل ہمارے مسلم معاشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے بہت زیادہ اعراض کیا جاتا ہے اپنے ہر معاملے میں اپنی یا اپنے دوست کی مرضی، خوشی اور پسند کو ترجیح دی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہماری وضع قطع، لباس اور عادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نہیں، بلکہ ہم اپنے ماحول، معاشرے اور دوستوں کو خوش کرنے کے لئے یہود و ہنود اور انگریز کے پیروکار بن چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اور آپ کی سنتوں سے محبت تو درکنار ان کا مذاق اور ان سے نفرت کی جاتی ہے، اور جب کوئی امت اپنے رسول کے طور طریقے، طرز زندگی اور فرامین سے منہ موڑ لے، ان کی اہمیت وحیثیت کو گراتے ہوئے بے قدری پر اُتر آئے تو اللہ جل شانہ ایسے لوگوں پر طرح طرح کے کئی عذاب مسلط فرما دیتے ہیں اور آج ہماری یہی حالت ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور تعظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ اسلام کے عظیم مجاہد ومحدث حضرت امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قابل فخر شاگرد ہیں، مجلس درس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خشیت و ادب کا فقید المثال واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے درس حدیث شروع کیا تو اثناء

---

(۱) مجالس مفتی اعظم رحمہ اللہ، ص:۶۹

(۲) صحبتے با اہل حق، ص:۲۲۳

درس میں آپ کا رنگ بار بار متغیر ہو جاتا تھا مگر آپ نے نہ درس حدیث بند کیا نہ آپ سے حدیث کی روایت کرنے میں کسی قسم کی لغزش واقع ہوئی۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے مزاج مبارک دریافت کیا تو فرمایا ''اثناء درس میں تقریباً دس بار بچھو نے ڈنگ مارا ہے'' پھر فرمایا ''میں نے یہ صبر اپنی شجاعت واستقامت جتانے کے لیے نہیں کیا بلکہ صرف حدیث پیغمبر کی تعظیم کے لیے کیا ہے'' (۱)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں سرور کائنات کی محبت وعظمت کا شدید جذبہ موجود تھا، اسی وجہ سے آپ جناب سرکار ﷺ اور آپ کے شہر مبارک کا بے حد احترام فرماتے تھے جب نام مبارک زبان پر آتا تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ لوگ اس کی وجہ دریافت کرتے تو فرماتے:

''ہم نے جن ارواحِ طیبات کی زیارت کی ہے ان کی حالت مجھ سے بھی بڑھ کر تھی'' (۲)

آپ مسجد نبوی میں شور وغل ناپسند فرماتے کہ یہ آستانۂ نبوت سے گستاخی ہے، کلام نبوی ﷺ اس وقت تک زبان پر نہیں آتا جب تک وضو یا غسل فرما کر باادب نہ بیٹھ لیتے۔

امام رحمۃ اللہ علیہ کے اصطبل میں کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے، مگر کبھی مدینہ کی گلیوں میں سوار ہو کر نہ نکلے، لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

''مجھے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین قدم نبوی ﷺ سے مشرف ہوئی ہے اس کو جانوروں کے سموں سے روندوں'' (۳)

ذات نبوی ﷺ کی محبت اور حدیث نبوی کے شغل وانہماک کے سبب سے کوئی رات ایسی نہ گزرتی جس میں عالم رؤیا میں زیارت نبوی کا شرف حاصل نہ ہوتا۔ (۴)

---

(۱) حیاتِ امام مالک: ص 73

(۲) حیاتِ امام مالک، ص: 74، بحوالہ مناقب مالک للزواوی، ص: 33

(۳) حیاتِ امام مالک، ص: 75، بحوالہ ابن خلکان، ص: 439

(۴) تزئین الممالک، ص: 12، حیاتِ امام مالک، ص: 75

ان سے الفت نہ ہم اگر کرتے
زندگی کس طرح بسر کرتے
راستہ گم ہے کارواں بے دم
اور کیا کام راہبر کرتے

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ سے انتہاء درجہ کی محبت تھی، سوائے حج کے سفر کے کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے، منصور نے بغداد کی سکونت کے لیے درخواست کی لیکن پذیرنہ ہوئی۔ مہدی نے تین ہزار دینار بھیجے اور یہ پیغام بھیجا کہ بغداد کا عزم کیا کیجیے، فرمایا:

''اشرفیاں جوں کی توں رکھی ہیں، جی چاہے تو لے جاؤ، مگر مالک سے مدینہ نہیں چھوٹ سکتا'' (۱)

انتہائے محبت یہ ہے کہ جمہور اسلام کے خلاف، امام مکہ معظّمہ پر مدینہ منورہ کو برتری دیتے ہیں۔ (۲)

صحن حرم بھی، گلشن جنت بھی خوب ہے
لیکن کچھ اور ہی ہے ترے آستاں کی بات

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دل جس طرح حب رسول ﷺ سے سرشار تھا اسی طرح حدیث رسول ﷺ کی محبت بھی آپ کے دل میں موجزن اور جاگزین تھی، اس محبت کا تقاضا تھا کہ آپ حدیث کا بے حد ادب کرتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی رعایت نہ فرماتے، مندرجہ ذیل دو واقعات اس کا عملی ثبوت ہیں:

ایک مرتبہ لوگوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ''آپ نے عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی ہے؟'' فرمایا ''وہ حدیث بیان کررہے ہوتے تھے اور طلبہ کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے، مجھ کو اچھا معلوم نہیں ہوا کہ اس طرح حدیث رسول اللہ ﷺ کو لکھوں''

ایک مرتبہ ابوالزناد کے حلقہ درس سے گزرے مگر وہاں ٹھہر نہ سکے، بعد میں ابوالزناد

---

(۱) حیاتِ امام مالک، ص: ۷۵ بحوالہ تذکرۂ ذہبی (۱/۱۹۰)

(۲) حیاتِ امام مالکؒ، ص: ۷۵

نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ''جگہ تنگ تھی اور میں نے کھڑے ہوکر حدیث رسول ﷺ حاصل کرنا مناسب نہیں سمجھا'' (۱)

حضور اکرم ﷺ کی محبت مسلمان کی زندگی کا ایسا قیمتی اثاثہ ہے کہ اس پر فدا ہو جانے کو مسلمان اپنی معراج سمجھتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی محبت ہی سے دلوں میں شمع ایمانی فروزاں اور قندیل تقویٰ روشن ہے۔ مومن کی زندگی کا ہر گوشہ اس محبت سے سرشار اور مزین ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی تاریخ اسلام کی ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جنہیں حب رسول اقدس ﷺ کا وافر حصہ نصیب ہوا تھا، چنانچہ مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں:

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب بھی رسول اکرم ﷺ کا نام گرامی آتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور کمر جھک جاتی، جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:

((لو رایتم ما رأیت لما أنکرتم))

''جو میں دیکھتا ہوں، اگر تم بھی دیکھ لیتے تو تعجب کا اظہار نہ کرتے'' (۲)

امام مالکؒ کے عشق رسول کا ایک واقعہ ابن خلکان نے بھی نقل کیا ہے:

امام صاحب انتہائی ضعف اور کمزوری کے باوجود گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے اور پیدل ہی چلتے تھے، اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

((لا أرکب فی مدینة فیها جثة رسول اللہ ﷺ مدفونة))

''میں اس شہر میں سواری پر سوار نہیں ہوسکتا جس پر سرکار دو عالم ﷺ کا جسد انور مدفون ہے''

---

(۱) ترتیب المدارک (۱/۱۲۳)، المحدث الفاصل، ص: ۴۰۳، سیرت ائمہ اربعہ، ص: 107

(۲) مقدمہ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد، ص: ۱۴

اسی عشق ومحبت کا ثمرہ تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہر رات خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی ملاقات بابرکات سے مشرف ہوتے، چنانچہ مثنی بن سعید فرماتے ہیں:

((سمعت مالکا یقول: مابت لیلة الا رأیت فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم))

''میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوسنا، میں نے کوئی رات ایسی نہیں گزاری جس میں حضور انور ﷺ کی زیارت نہ ہوئی ہو''(۱)

ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کر دی کہ امام صاحب آپ کی خلافت کے مخالف ہیں، اس نے آپ کو ستر کوڑے لگانے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت میں اور اضافہ کر دیا گویا کہ یہ کوڑے آپ کا زیور بن گئے۔

منصور جب مدینہ آیا تو اس نے جعفر کی اس حرکت کا انتقام لینے کا ارادہ کیا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر فرمایا:

''میں تو اس کا ایک ایک کوڑا آنحضرت ﷺ کی قرابت کی خاطر معاف کر چکا ہوں''

مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ سزا آپ کو اس جرم میں دی گئی تھی کہ آپ نے کوئی فتویٰ اس کی چاہت کے مطابق نہیں دیا تھا۔(۲)

خطبۂ نکاح میں پڑھی جانے والی ایک حدیث

خطبہ نکاح وغیرہ میں ان الفاظ کے ساتھ ایک مشہور حدیث پڑھی جاتی ہے:

((النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی))

بعینہ یہ الفاظ کتب حدیث میں نہیں ملتے، یہاں بخاری میں صرف اتنا ملتا ہے:

((فمن رغب عن سنتی فلیس منی))

---

(۱) مقدمہ اوجز المسالک للشیخ زکریاؒ، ص: ۳۲، محدثین عظام اور ان کی کتابوں کا تعارف، ص: ۲۲۶

(۲) تذکرۂ ائمہ اربعہ، ص: ۲۶

امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی، وتزوجوا فانی مکاثر بکم الأمم ومن کان ذا طول فلینکح ومن لم یجد فعلیه بالصیام فان الصوم له وجاء))(۱)

''نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں، تم شادی کرو کیونکہ میں تمام امتوں میں سب سے زیادہ امتیوں والا ہوں۔ جو مال دار ہو وہ شادی کر لے اور جس کے پاس شادی کرنے کی وسعت نہ ہو وہ خوب روزے رکھے یہ روزے شہوت کی آگ کو ٹھنڈا کریں گے''

اس روایت کی سند میں عیسیٰ بن میمون ایک ضعیف راوی ہیں، حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں ابن ماجہ کے ان الفاظ کے قریب الفاظ نقل کئے ہیں (اس میں النکاح سنتی ہے لفظ ''من'' نہیں) لیکن مشہور الفاظ انہوں نے بھی ذکر نہیں کئے، البتہ امام ابوالقاسم الرافعی نے ''النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی'' کے الفاظ نقل کئے ہیں۔(۲)

☆☆☆

(۱) سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح(1864)

(۲) کشف الباری عما فی صحیح البخاری، کتاب النکاح، ص:135-134

چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت اور علماء کی قدر نہ کرنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَیْسَ مِنْ اُمَّتِی مَنْ لَمْ یُجِلَّ کَبِیْرَنَا وَیَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حقهٗ))(۱)

''ہمارے بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت اور علماء کی قدر نہ کرنے والا میری امت ہی سے نہیں''

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بزرگ حاضر ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں جگہ دینے میں ذرا دیر کردی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید سناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا))(۲)

''جس نے ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کی اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کی وہ شخص ہم میں سے نہیں''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

---

(۱) مسند أحمد، باقی مسند الأنصار، حدیث عبادة بن الصامت رقم: 21693، صحیح الترغیب والترهیب(152/1)، رقم الحدیث: 101، مجمع الزوائد(328/1)

(۲) رواه الترمذی فی کتاب البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی رحمة الصبیان(1842)

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ حقَّ كَبِيْرَنَا))(۱)

''اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے بڑوں کی قدر و منزلت کو نہ پہچانا''

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور اسے مسلمانوں کی جماعت کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے بڑوں کی تعظیم کرے، ان کے چھوٹوں پر رحم کرے، ان کے علماء کی عزت کرے، لوگوں کو ایسا نہ مارے کہ ان کو ذلیل کردے، ان کو ایسا نہ ڈرائے کہ ان کو کافر بنادے، ان کو خصی نہ کرے کہ ان کی نسل کو ختم کردے اور اپنا دروازہ ان کی فریاد کے لئے بند نہ کرے کہ اس کی وجہ سے قوی لوگ کمزوروں کو کھا جائیں یعنی ظلم عام ہوجائے''(۲)

حضور ﷺ نے بہت سے مقامات پر نرمی و مہربانی کا دامن تھامنے کی نصیحت ارشاد فرمائی، ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

((خاب عبد وخسر، لم يجعل الله تعالىٰ فى قلبه رحمة للبشر))(۳)

''وہ نامراد اور گھاٹے میں ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے نرمی کا مادہ نہیں رکھا''

چھوٹوں پر شفقت، ایک اسلامی اصول زندگی

بڑوں کے کردار، گفتار اور اخلاق کا چھوٹوں پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے اگر بڑے

---

(۱) رواه أحمد فى مسند المكثرين من الصحابة(6445)

(۲) السنن الكبرى للبيهقى(121/8)

(۳) فيض القدير للمناوى(430/3)

باکردار، صاحب اخلاق اور باعمل ہوں تو چھوٹے اطاعت، خدمت اور فرمانبرداری میں مثال قائم کردیتے ہیں، لیکن آج مسلم معاشرہ کے حالات کچھ اس طرح بگڑ چکے ہیں کہ چھوٹوں میں ادب ہے نہ ہی بڑوں میں شفقت ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ بچوں پر انتہائی شفقت فرمایا کرتے تھے، آپ بچوں کے مزاج کا خیال رکھتے، انہیں گود میں بٹھاتے، انہیں پیار کرتے اور ان کی دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں نئی فصل کے پھل لائے جاتے تو آپ ﷺ دعا فرماتے:

((اللھم بارک لنا فی مدینتنا وفی ثمرنا وفی مدنا وفی صاعنا برکة مع برکة))(۱)

''اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے شہر میں، ہمارے پھل میں، ہمارے مد میں اور ہمارے صاع میں برکت بالائے برکت عطا فرما''(۲)

اس کے بعد آپ ﷺ کم عمر کے بچوں میں پھل تقسیم فرماتے۔ سب سے چھوٹے بچے کو سب سے پہلے پھل دیتے۔

ایک مرتبہ ام قیس بنت محصن اپنے ایک شیر خوار بچے کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائیں، حضور ﷺ نے اس بچے کو گود میں بٹھالیا، اس بچے نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کردیا آپ ﷺ نے اس پر پانی بہادیا اور کچھ نہ فرمایا۔(۳)

---

(۱) سنن الدارمی، کتاب الأطعمة، باب فی الباکورة(1983)، صحیح مسلم، کتاب الحج (3437)، سنن الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ (3376)، سنن ابن ماجه، کتاب الأطعمة(3320)

(۲) مد اور صاع دو پیمانوں کے نام ہیں۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب بول الصبیان(215)، صحیح مسلم، کتاب الطهارة(430)، سنن النسائی، کتاب الطهارة(301)، سنن أبی داؤد، کتاب الأدب(4742)، سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة وسننها(516)

حضور ﷺ کی حضرات حسنین سے محبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لانے کے لئے گھر سے نکلے، اس حال میں کہ آپ کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کندھے پر سوار تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے کندھے پر...... حضور ﷺ کبھی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار کرتے اور کبھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو...... اسی حال میں آپ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ ایک آدمی نے کہا ''یا رسول اللہ! آپ کو ان دونوں سے محبت ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا'' (۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مجھے پکڑ کر اپنی دائیں ران مبارک پر بٹھالیا کرتے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں ران مبارک پر، پھر ہم دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر یوں دعا فرماتے:

''اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان دونوں پر رحم فرما''

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما'' (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے۔ حضور ﷺ جب سجدے میں جاتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کود کر آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے، جب آپ سجدے سے سر اٹھاتے تو نرمی سے پکڑ کر ان دونوں کو پیٹھ سے اتار دیتے۔ آپ جب دوبارہ سجدے میں جاتے تو یہ دونوں پھر چڑھ جاتے۔ حضور ﷺ نے جب نماز پوری کر لی تو دونوں کو اپنی

(۱) الامام الحسین، ص: 36

(۲) اخرجه احمد وابو یعلی والنسائی واخرجه ابن سعد فی الطبقات (62/4)

ران پر بٹھا لیا، میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یارسول اللہ! ان دونوں کو گھر چھوڑ آؤں؟" اتنے میں بجلی چمکی تو حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا "اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ" دونوں چل پڑے اور جب تک اپنی والدہ محترمہ کے پاس نہ پہنچ گئے بجلی جوں کی توں چمکتی رہی" (۱)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر چڑھے کھیل رہے تھے، میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! کیا آپ ان دونوں سے اس درجہ محبت کرتے ہیں؟" حضور ﷺ نے فرمایا "کیوں نہیں! یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں" (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے دوش مبارک پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو لیے جا رہے تھے، ایک شخص نے دیکھا تو کہا:

((نعم المرکب رکبت یا غلام))

"صاحبزادے! بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو"

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ونعم الراکب هو))

"سوار بھی بہترین ہے!" (۳)

حضرت نعیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جب بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے محبت کی وجہ سے آنسو نکل آتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ) اس طرح ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے اور رسول اللہ ﷺ اپنا دہن مبارک کھول کر ان

(۱) حیاۃ الصحابۃ (666/3)

(۲) المرتضی، ص:358

(۳) المرتضی، ص:347، بحوالہ الجوہرۃ فی نسب النبی ﷺ واصحابہ العشرۃ (2/201)

کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے تھے:

((اللھم انی احبه فاحبه))

''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما''

یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔(۱)

ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لائے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں سو چکے ہیں۔ جبکہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں اور کھانا مانگ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں جگانا مناسب خیال نہ فرمایا اور گھر کے صحن میں کھڑی ایک بکری کا دودھ دوہا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دست مبارک سے پلایا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب سیر ہو کر پیا اور ان کی بھوک دور ہو گئی۔(۲)

اہل سیر نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رونے کی آواز سنی، آپ اندر تشریف لے گئے اور اپنی صاحبزادی کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''کیا تو نہیں جانتی کہ حسن کا رونا مجھے بے چین کر دیتا ہے''(۳)

حضرت بہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا ''آپ مجھے بتائیں کہ لوگوں میں سے کس کی شکل حضور ﷺ سے سب سے زیادہ ملتی تھی؟'' انہوں نے کہا ''حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی! حضور ﷺ کو سب سے زیادہ محبت بھی ان ہی سے تھی، بعض دفعہ حضور ﷺ سجدے میں ہوتے، یہ آ کر حضور ﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے اور جب تک یہ الگ نہ ہوتے حضور ﷺ سجدہ سے سر نہ اٹھاتے، بعض دفعہ یہ حضور ﷺ کے پیٹ کے نیچے داخل ہو جاتے تو آپ ﷺ ان کے لئے پاؤں

---

(۱) حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء(35/1)

(۲) خاندان نبوی ﷺ کے چشم و چراغ ترجمہ ابنا النبی ﷺ لابراہیم محمد حسن الجمل، ص:174

(۳) خاندان نبوی ﷺ کے چشم و چراغ ترجمہ ابناء النبی ﷺ لابراہیم محمد حسن الجمل، ص:174

کھول دیتے تو وہ ان کے درمیان سے نکل جاتے"(۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی زبان اور ہونٹ کو چوس رہے تھے اور جس زبان اور ہونٹ کو حضور ﷺ نے چوسا ہوا سے کبھی عذاب نہیں ہوسکتا۔(۲)

ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ ایک دعوت میں شرکت کے لئے تشریف لے جارہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک گلی میں کھیلتے ہوئے نظر آئے۔ انہیں دیکھ کر حضور اقدس ﷺ لوگوں سے آگے بڑھ گئے اور اپنی بانہوں کو پھیلا لیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچپن کی مستی میں آکر ادھر ادھر بھاگنے لگے، حضور ﷺ انہیں ہنسانے اور بہلانے لگے اور بالآخر انہیں پکڑ لیا۔ پھر اپنا ایک دست مبارک ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا ان کے سر پر رکھا، پھر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا:

"حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو اس سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے"(۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں، اس منظر کو دیکھ کر وہ گویا ہوئے "یارسول اللہ! میرے دس بچے ہیں، لیکن میں نے ان میں سے کسی کے ساتھ کبھی پیار نہیں کیا" ان کی یہ بات سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"(۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بیان فرمارہے ہیں کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

---

(۱) حياة الصحابة للكاندهلوى(614/2)

(۲) حياة الصحابه(615/2)

(۳) رواه ابن ماجه، ص:44، كنز العمال(107/7)

(۴) رواه ابو داؤد(رقم الحديث: 5218) كذا قال عبد الواحد الخيارى فى الامام الحسين، ص:37

گھر سے نکلے۔ ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو لٹک رہا تھا اور زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اس میں ان کا پاؤں الجھ گیا اور وہ زمین پر منہ کے بل گر گئے۔ حضور ﷺ انہیں اٹھانے کے لئے منبر سے نیچے اترنے لگے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اٹھا کر حضور ﷺ کے پاس لے آئے، حضور ﷺ نے انہیں اٹھالیا اور فرمایا:

''شیطان کو اللہ مارے، اولاد تو بس فتنہ اور آزمائش ہی ہے، اللہ کی قسم! مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں منبر سے کب نیچے اتر آیا۔ مجھے تو بس اس وقت پتہ چلا جب لوگ اس بچہ کو میرے پاس لے آئے''(۱)

دین اسلام شفقت، محبت اور احترام کا دین ہے، اس میں چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام فرض قرار دیا گیا ہے، جو شخص چھوٹوں پر شفقت اور بڑے کی عزت نہیں کرتا وہ مکمل انسان نہیں ہوسکتا، ہر اچھے عمل اور نیکی کے باوجود وہ ناقص اور نامکمل مسلمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے عبادات کے ساتھ ساتھ احترام انسانیت کا درس بھی دیا ہے، اور آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں جہاں بے شمار ارشادات وفرمودات جاری فرمائے وہاں عملاً چھوٹے سے شفقت اور بڑے کی قدر و منزلت کو واضح فرمایا۔

بڑوں کی عزت واحترام، ایک اخلاقی فریضہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمایا:

﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾(۲)

''اور ایک مسلمان غلام مشرک آزاد مرد سے کہیں بہتر ہے خواہ وہ مشرک مردتم کو کتنا ہی بھلا کیوں نہ معلوم ہوتا ہو''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((أَمَرَنَا رسول الله ﷺ أن ننزل الناس منازلهم))(۳)

---

(۱) حياة الصحابه(613/2)

(۲) البقرة: 221

(۳) رواه مسلم في مقدمة صحيحة

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا حکم فرمایا کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مراتب کا لحاظ کر کے برتاؤ کیا کریں''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أنزلوا الناس منازلهم))(۱)

''لوگوں کو ان کے درجہ میں اتارو''

یعنی ان سے ان کے مقام و مرتبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش آؤ۔

ایک دفعہ رسول ہاشمی ﷺ کی خدمت میں چند افراد آئے، بات کا آغاز بڑوں کی بجائے ایک نوعمر نے کیا تو رسول اللہ ﷺ نے حکماً فرمایا:

((كَبِّرْ كَبِّرْ))

''بڑے آدمی کو آگے کرو، بڑے آدمی کو آگے کرو''

چنانچہ وہ نوعمر لڑکا خاموش ہو گیا اور بڑوں نے اپنی بات شروع کر دی۔(۲)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اولین حق بڑے آدمی کا ہے۔ البتہ اگر کوئی نوعمر صاحب شرف و فضل اور عقل و فہم ہو تو وہ بڑوں کی اجازت سے بات کر سکتا ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں، اچانک میرے پاس دو آدمی آگئے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے مسواک چھوٹے کو پکڑا دی تو مجھے کہا گیا بڑے کو دے دو، چنانچہ میں نے وہ مسواک چھوٹے سے لیکر بڑے کو دے دی۔(۳)

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب تنزيل الناس منازلهم(4202)

(۲) صحيح البخاری، كتاب الجزية، باب الموادعة والمصالحة مع المشركين بالمال وغيره، رقم: 2937، صحيح مسلم كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، رقم: 3175، سنن الترمذی، كتاب الديات عن رسول الله ﷺ، رقم: 1342، سنن النسائی، كتاب القسامة، رقم: 4634، سنن أبی داؤد، كتاب الديات، رقم: 3918، سنن ابن ماجه، كتاب الديات، رقم: 2667

(۳) رياض الصالحين، باب توقير العلماء، ص:148

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

((من سره أن يمد له في عمره ويزاد له في رزقه فليبر والديه وليصل رحمه))(۱)

''جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کے رزق کو بڑھا دیا جائے اس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے''

ہماری نوجوان جدید نسل بڑوں کو وبالِ جان سمجھتی ہے اور کئی بد بخت و نامراد ایسے بھی ہیں جو اپنے حقیقی والدین کو اپنے لئے عذاب اور بوجھ سمجھتے ہیں جبکہ بزرگوں سے گھروں میں برکت ہوتی ہے۔ان کے مشورے اور تجربے چھوٹوں کی بہتری وسلامتی کا سامان ہوتے ہیں جوں ہی بزرگ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو گھروں میں نحوست، بے برکتی اور بے سکونی بڑھ جاتی ہے بارونق خاندان نفرتوں اور ناچاقیوں کی وجہ سے اجڑ جاتا ہے، اسی لئے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((البركة مَعَ اَكَابِرِكُم))

''برکت بڑوں کے ساتھ ہے''(۲)

ایسے خوش نصیب جو پاکبازی، عبادت گزاری اور پرہیزگاری میں بوڑھے ہو گئے، جنہوں نے ساری زندگی مسجد سے وفا کرتے ہوئے نیکیوں میں بسر کی، ان کی عزت کرنا، ان کا کہا ماننا، ان کی خدمت کرنا اور ان کے وقار اور مقام کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان من اجلال الله اكرام ذى الشيبة المسلم وحامل القرآن غير الغالى فيه والجافى عنه واكرام ذى

---

(۱) رواه أحمد(266/3)

(۲) مستدرک الحاکم(62/1)

السلطان المقسط))

''سفید ریش مسلمان بزرگ، باعمل حافظ، قاری، عالم اور انصاف کرنے والے حکمران کی عزت کرنا، اللہ کی عزت کرنے کے برابر ہے''(۱)

جنریش گیپ کا علاج

جب معاشرے میں بزرگوں کی تعظیم وتکریم نہ رہے تو دو بڑے نقصان سامنے آتے ہیں، ایک چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان فاصلہ بڑھتا چلا جاتا ہے جسے ''جنریشن گیپ'' کا نام دیا جاتا ہے، یہ نقصان آج ہمارے معاشرے کے بعض حصوں میں بہت زیادہ محسوس کیا جانے لگا ہے لیکن یہ فاصلہ ابھی مکمل طور پر اخلاقی اقدار سے باہر نہیں نکلا، جب بزرگوں اور چھوٹوں کے درمیان یہ فاصلہ آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے تو پھر دوسرا نقصان یہ سامنے آتا ہے کہ اہل معاشرہ اپنے بزرگوں کو اپنے گھروں میں بوجھ سمجھنے لگتے ہیں اور ان بزرگوں کو معاشرہ میں اپنا مقام باقی رکھنے کے لئے ''اولڈ ہاؤس'' کا سہارا لینا پڑتا ہے جیسا کہ مغربی ممالک میں ہوا، وہاں بزرگوں کے لئے الگ گھر بنا دیئے جاتے ہیں تا کہ ایک جگہ تمام بزرگ اکٹھے ہوکر زندگی گزاریں لیکن اسلام نے چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان عزت واحترام کی اس قدر تعلیم دی ہے کہ اگر ان اصولوں پر مکمل طور پر عمل کیا جائے تو یقینی طور پر معاشرے میں یہ فاصلہ اور یہ دوری ختم ہو جائے بلکہ بزرگوں کو معاشرے میں عزت کا مقام مل جائے۔

والدین کی قدر کیجئے!

والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں ان کی جسمانی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اس موقع پر ان کو اولاد کی خدمت کی ضرورت ہوتی ہے، اس وقت اولاد کی جانب سے ذرا سی بے رخی بھی محسوس ہو تو ان کے دل پر زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے، اسی لئے اللہ رب العزت نے ان کی بزرگی کا تذکرہ فرمایا اور ان سے اچھا سلوک کرنے کا حکم فرمایا:

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، رقم: 4203

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْراً﴾(۱)

''تیرے رب کا یہ فیصلہ ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک مت کہنا اور انہیں مت ڈانٹنا۔ ان کے سامنے نرمی سے بات کرنا اور ان کے لئے نرمی کے ساتھ عاجزی کا بازو پھیلا دینا اور کہنا ''اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا''

یوں تو زندگی کے ہر دور میں والدین کی خدمت ضروری ہے لیکن جب وہ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ دیں تو پھر ان کے جذبات کا احساس اور ان کی دلداری کی اہمیت زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ بڑھاپے کی خزاں میں انسان کو چھوٹی چھوٹی باتیں بھی کھٹکنے لگتی ہیں، اس کا دل چاہتا ہے کہ میری خدمت کی جائے اور میری مصیبتوں، بیماریوں اور پریشانیوں کا بوجھ ہلکا کیا جائے، کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے انسان چڑچڑا ہو جاتا ہے یا اس کے حواس میں اعتدال نہیں رہتا، عقل میں بھی ضعف آ جاتا ہے ایسے موقع پر سمجھدار اولاد کو چاہئے کہ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھے اور سوچ سمجھ کر ان کے سامنے زبان کھولے، اس کی ذرا سی بے احتیاطی بوڑھے والدین کے آبگینۂ دل کو ٹھیس پہنچا سکتی ہے اور یہ آبگینہ ایسا ہے کہ ٹوٹ جائے تو پھر بڑی مشکل سے جڑتا ہے، بعض اوقات اسے توڑنے والا اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشان بن جاتا ہے۔

احادیث میں بڑے بھائی کی عزت و تعظیم کا درس بھی ملتا ہے، ایک حدیث میں

(۱) بنی اسرائیل: 24-23

حضور ﷺ کا ارشاد آیا ہے:

((حق کبیر الاخوة علی صغیرهم کحق الوالد علی ولده))(۱)

''بڑے بھائیوں کا حق چھوٹوں پر اس طرح ہے جس طرح باپ کا حق بیٹوں پر''

علماء کی تعظیم، ایمان کا حصہ

زیر بحث حدیث میں تیسرا مضمون علماء کی تعظیم وتکریم کا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرمار ہے ہیں کہ علماء اسلام کی قدر نہ کرنے والا بھی ہمارے طریقہ اور منہج سے ہٹا ہوا ہے۔ یقیناً علماء کی تعظیم اہل اسلام کے ایمان کا حصہ ہے اور دین کی بہاریں حضرات اہل علم ہی کی وجہ سے قائم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(۲)

''آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟''

ایک حدیث میں نبی پاک ﷺ کا ارشاد وارد ہے:

((أكرموا العلماء فانهم ورثة الانبياء، فمن أكرمهم فقد أكرم الله ورسوله))

''علماء کا ادب واحترام کرو، کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں، جس نے علماء کا احترام کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کا احترام کیا''(۳)

حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''علم مال سے بہتر ہے، علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے۔ علم عمل کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ

---

(۱) شعب الایمان(7329)

(۲) الزمر:9

(۳) رواه الخطيب فی تاریخه(4/437)

کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم کی محبت دین ہے جس کا اللہ کے ہاں سے
بدلہ ملے گا۔ علم کی وجہ سے عالم کی زندگی میں اس کی بات مانی جاتی ہے
اور اس کے مرنے کے بعد اس کا اچھائی سے تذکرہ کیا جاتا ہے“(۱)

استاذ کے آداب

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استاد کے آداب کو ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا:

1- تمہارے استاد کا یہ حق ہے کہ تم اس سے سوال زیادہ نہ کرو اور اسے جواب دینے کی مشقت میں نہ ڈالو یعنی اسے مجبور نہ کرو۔

2- جب وہ تم سے منہ دوسری طرف پھیر لے تو پھر اس پر اصرار نہ کرو اور جب وہ تھک جائے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو اور نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو اور نہ آنکھوں سے۔

3- اس کی لغزشیں تلاش نہ کرو اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو تم اس کا لغزش سے رجوع کا انتظار کرو اور جب وہ رجوع کرلے تو تم اسے قبول کرلو۔

4- اپنے استاد سے یہ نہ کہو کہ فلاں نے آپ کی بات کے خلاف بات کہی ہے۔

5- اس کے کسی راز کا افشاء نہ کرو۔

6- اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو اس کے سامنے اور اس کے پیٹھ پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے حق کا خیال رکھو۔

7- تمام لوگوں کو سلام کرو لیکن اسے بھی خاص طور سے کرو۔

8- اس کے سامنے بیٹھو اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسروں سے آگے بڑھ کر اس کی خدمت کرو۔

9- اس کے پاس جتنا وقت بھی تمہارا گزر جائے تنگدل نہ ہونا کیونکہ یہ عالم کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کسی نہ کسی فائدے کے حصول کا انتظار رہتا ہے، یہ عالم اس روزہ دار کے درجہ میں ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہو

(۱) حیاۃ الصحابۃ (3/ 181-180)

جب ایسا عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہوسکتا۔(۱)

یہ حدیث ہمارے سامنے اسلامی معاشرت کا ایک انمول اور لاجواب باب کھولتی ہے، یقیناً اس پر عمل کرنا ہمارے تمام معاشرتی مسائل کو ختم کرسکتا ہے۔ بڑوں کو شکایت ہے کہ چھوٹے ان کا ادب نہیں کرتے اور چھوٹوں کو گلہ رہتا ہے کہ بڑے ہمارے سروں پر دست شفقت نہیں رکھتے، یہ حدیث ہر شخص کو اس کی ذمہ داریوں سے آگاہ کررہی ہے اور انسانوں کو دوسروں سے معاملہ کرنے کا حسین اسلوب فراہم کرتی ہے۔

☆☆☆

(۱) حياة الصحابة (3/ 238)

جو جادو کرے یا کروائے وہ ہم میں سے نہیں

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ سَحَرَ أو سُحِرَ لَهُ))(۱)

''جادو کرنے والا اور کروانے والا ہم میں سے نہیں''

دوسری روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَسَحَّرَ أوْ تُسَحِّرَ لَهُ))(۲)

''جادو کرنے والا اور کروانے والا ہم میں سے نہیں''

ان احادیث سے واضح ہوا کہ جادو کرنے اور جادو کروانے والا دونوں گناہ اور وعید میں برابر کے شریک ہیں۔ ہمیں بحیثیت مسلمان ان حرام کاموں سے بچنا چاہئے اور بعض روایات میں رسول اللہ ﷺ نے اس سنگین گناہ سے بچنے کا سختی کے ساتھ حکم فرمایا۔ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنجناب ﷺ نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوْا الموبِقَاتِ الشرکَ بِاللّٰهِ والسحر))(۳)

''ہلاک کردینے والے گناہوں سے بچو، اللہ کے ساتھ شرک اور جادو''

---

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی (393/4)، صحیح الترغیب والترھیب (170/3) رقم الحدیث: 3041، سلسلة الاحادیث الصحیحة (6/ 310) رقم الحدیث: 2650

(۲) مجمع البحرین فی زوائد المعجمین (133/7) رقم الحدیث: 4185، المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانیة (189/21) رقم الحدیث: 2495

(۳) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الشرک والسحر من الموبقات (5322)

جادوگر جنت میں نہ جائے گا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((لایدخل الجنة صاحب خمس، مدمن خمر ولا مؤمن سحر ولا قاطع رحم ولا کاهن ولامنان))

''پانچ آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے(1) شراب کا عادی (2)جادو پر ایمان رکھنے والا (3)قطع رحمی کرنے والا (4) کاہن (5)احسان جتلانے والا''(۱)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((حد الساحر ضربة بالسیف))(۲)

''جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے اڑادیا جائے''

اسلام امن وسلامتی کا دین

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اس میں کسی کو ناجائز ڈرانا، دھمکانا یا کسی کا نقصان کرنا حرام ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لا ضرر ولا ضرار))

''نہ نقصان اٹھاؤ نہ کسی مسلمان بھائی کو نقصان پہنچاؤ''(۳)

اس لئے مسلمان سے کوئی بھی ایسی حرکت نہیں ہونی چاہئے جس سے دوسرے مسلمان بھائی کو دکھ، درد اور تکلیف پہنچے، عموماً جن دھندوں سے اپنے مسلمان بھائیوں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے ان میں سے جادو بھی ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کرنے

(۱) مسند أحمد، باقی مسند المکثرین(11355)

(۲) سنن الترمذی، کتاب الحدود عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ماجاء فی حد الساحر(1380)

(۳) رواه ابن ماجه فی کتاب الأحکام(2331)، ومالک فی کتاب الأقضیة(1234)، وأحمد(21714)

والے اور (مسحور لہ) کروانے والے دونوں کے متعلق سخت وعید سنائی ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں، میرا ایسے ظالموں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ کافر اور واجب القتل ہیں۔

جادو کی حقیقت

جادو کی حقیقت کے بارے میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لغت میں سحر کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو، لیکن پھر یہ لفظ ہر ایسے اثر کے لئے استعمال ہونے لگا جس کا سبب ظاہر نہ ہو، چاہے وہ سبب معنوی ہو جیسے بعض کلمات کا اثر ہوتا ہے، یا غیر محسوس کا اثر ہو جیسے جنات وشیاطین کا اثر یا قوت خیالیہ کا اثر۔ اس طرح سحر کی کئی قسمیں نکل سکتی ہیں لیکن عرف عام میں سحر کا اطلاق اس اثر پر ہوتا ہے جس میں جنات وشیاطین کا عمل دخل ہو" (۱)

امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سحر ایسے منتر کو کہا جاتا ہے جسے بول کر یا لکھ کر یا اس کا عمل کر کے کسی کے بدن یا دل یا عقل کو متاثر کیا جائے" (۲)

عملیات، نوری علم، کالا علم، ٹونے اور گنڈے یہ تمام حرام کام جادو ہی کے شعبے ہیں۔ جادو انسان کی نفسیات پر اثر انداز ہوتا ہے اور پھر کمزور و متاثر نفسیات کا اثر انسان کے وجود پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح انسان ڈر، گھبراہٹ، بیماری کشیدگی، بھول جانا، گھریلو جھگڑے غرض کئی الجھنوں اور مصیبتوں سے دوچار ہو جاتا ہے۔

جادو کی اقسام

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں جادو کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

1- پہلی قسم نظر بندی اور شعبدہ بازی ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، کوئی بھی شاطر اور عیار انسان ہاتھ کی صفائی اور چالاکی سے ایسا کام کر جاتا ہے جسے سمجھنے یا

(۱) فتح الباری (273/10)

(۲) مقاییس اللغة (138/3)

دیکھنے سے عام لوگوں کی عقل اور نظر قاصر رہتی ہے۔

سورۂ اعراف میں ساحران مصر کے بارے میں ہے:

﴿سَحَرُوْا أَعْيُنَ النَّاسِ﴾(۱)

''انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا''

سورۂ طٰہٰ میں ہے:

﴿يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى﴾(۲)

''ان کے سحر سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں یہ آنے لگا کہ یہ رسیوں کے سانپ دوڑ رہے ہیں''

گویا ساحروں نے جو رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی تھیں وہ حقیقت میں نہ تو سانپ بنی تھیں اور نہ ہی انہوں نے کوئی حرکت کی تھی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت خیالیہ ان کے عمل سے متاثر ہو کر ان کو حرکت کرنے اور دوڑنے والے سانپ سمجھنے لگی تھی۔

مسمریزم کے ماہرین اپنے معمول کے دماغ پر جو اثر ڈالتے ہیں وہ بھی اسی قسم میں شامل ہے۔

2- دوسری قسم اس نظر بندی کی ہے جس میں شیاطین سے مدد لی جاتی ہے اور مختلف عملیات کے ذریعے ان کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾(۳)

''بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے''

3- جادو کی تیسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں جادوگروں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم اس جادو کے زور پر کسی چیز کی حقیقت ہی کو بدل سکتے ہیں یہاں تک کہ انسان کو گدھا بنا سکتے ہیں لیکن محقق اور ماہر علماء کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں۔(۴)

---

(۱) الأعراف:116

(۲) طه:66

(۳) سورة البقرة: 102

(۴) المفردات،ص:226

جادو کا حکم

سحر کا حکم بالکل واضح ہے، اگر اس میں کلمات کفریہ ہوں تو ظاہر ہے ایسا سحر کفر اور اس کا مرتکب کافر وزندیق ہے اور اگر کلمات کفریہ نہ ہوں لیکن افعال فسق وفجور ہوں مثلاً شیاطین وجنات کو خوش کرنے کے لئے نجس رہنا، غلاظت میں رہنا، نماز نہ پڑھنا تو اس طرح کا سحر فسق اور اس کا مرتکب فاسق ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

البتہ بقدر ضرورت سیکھنے کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے، مثلاً کسی پر جادو کیا گیا اس کو توڑنے اور ختم کرنے کے لئے کوئی جادو کا عمل سیکھتا ہے تو الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں) کے قاعدے سے اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔(۲)

جادو کی قباحت، اہل علم کی نظر میں

امام ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سحر میں بڑے عجائب پائے جاتے ہیں، چونکہ اس میں مہارت کا مدار کفریہ اور شیطانی اعمال پر ہوتا ہے اس لئے جو شخص کفر وشرک، نجاست وخباثت اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان کی دشمنی میں جتنا زیادہ سخت ہوتا ہے، اس کا سحر اتنا ہی زیادہ قوی اور مؤثر ہوتا ہے، چنانچہ بت پرستوں کا سحر، اہل کتاب کے سحر سے اور یہود کا سحر، مدعیان اسلام کے سحر سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور کچھ ایسے ہی لوگ تھے جنہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا تھا" (۳)

---

(۱) معارف القرآن، مفتی شفیع صاحبؒ (2/279-278)، الجامع لأحکام القرآن للقرطبی (47/1)، روح المعانی (339/1)

(۲) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی (48/1)، روح المعانی (339/1)

(۳) التفسیر القیّم، ص: 572

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقدمہ میں بڑی جامع بات فرمائی ہے:

''ساحر سے خیر کا ظہور ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ہی وہ سحر کو اسباب خیر میں استعمال کرتا ہے'' (۱)

عرف عام میں ایسے عملیات کو جادو کہا جاتا ہے جن میں شریعت سے ہٹ کر شیاطین کی مدد سے کسی پر اثر انداز ہوا جاتا ہے، شیاطین کی مدد حاصل کرنے کے لئے جادوگر شرعی حدود اور احکام کو پامال کر جاتے ہیں، نجاست اور غلاظت میں ملوث رہتے ہیں، نیکی اور بدی، حلال اور حرام، جائز اور ناجائز کا امتیاز اٹھا دیتے ہیں، ضرورت پڑے تو غیر اللہ کی پرستش بھی کرتے ہیں، معصوم بچوں خون بہانے سے دریغ نہیں کرتے۔

جادوگر کے بارے میں فقہی آراء

جادوگر کو قرآن مجید میں کافر کہا گیا ہے:

﴿وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (۲)

''بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے''

امام ابوحنیفہ، مالک اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ہر جادوگر کافر اور واجب القتل ہے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((انما يُقْتَلُ السَّاحِرُ اذا كَان يَعْمَلُ مِنْ سِحْرِهٖ مَا يَبْلُغُ الْكُفْرَ فاذا عمل عملا دون الكفر فلم نر عليه الحد))

''صرف ایسے جادوگر کو قتل کیا جائے گا جو کفریہ عملیات کرے، اگر وہ کفریہ اعمال کو اختیار نہیں کرتا تو ہماری رائے اسے قتل کرنے کی نہیں ہے'' (۳)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) مقدمة ابن خلدون، ص: 630

(۲) سورة البقرة: 102

(۳) سنن الترمذی، کتاب الحدود عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فی حد الساحر (1380)

((حدُّ الساحرِ ضربة بالسيف))(۱)

''جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے اڑا دیا جائے''

اسی طرح خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل فرمان جاری کیا تھا کہ:

((أنِ اقْتُلُوا كُلَّ ساحِرٍ وسَاحِرَةٍ))

''ہر جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دو''

جزء بن معاویہ رحمہ اللہ کے کاتب حضرت بجالہ رحمہ اللہ جو کہ اس واقعہ کے راوی ہیں فرماتے ہیں:

((فقتلنا ثلاثة سواحر))(۲)

''اس فرمان کے بعد ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا تھا''

جادوگر کی توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں؟

اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قاضی کے دربار میں فیصلہ کرتے ہوئے جادوگر کی توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ زندیق کی طرح جادوگر کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جادوگر کی توبہ کو قبول کر لیا جائے اور اس کی سزا معاف کر دی جائے گی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں دونوں روایتیں موجود ہیں۔

اہل کتاب جادوگر کے بارے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک، امام شافعی،

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الحدود عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ماجاء فی حد الساحر(1380)

(۲) مسند أحمد، مسندالعشرة المبشرة بالجنة(1569)، سنن أبی داؤد، کتاب الخراج والامارة والفیء(2646)، سنن اَبی داؤد میں "اقتلوا کل ساحر" کے الفاظ ہیں۔

اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اہل کتاب جادوگر کو قتل نہیں کیا جائے گا، جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسلمان جادوگر کی طرح اہل کتاب جادوگر کو بھی قتل کیا جائے گا۔

مسلمان جادوگرنی کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے گا لیکن قتل نہیں کریں گے، جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک مسلمان جادوگر کی طرح مسلمان جادوگرنی کو بھی قتل کیا جائے گا۔(۱)

نبی پر سحر کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ جادو کا اثر کسی نبی پر نہیں ہو سکتا۔ ان کا کہنا ہے کہ کفار، رسول اللہ ﷺ کو مسحور کہا کرتے تھے، کہتے تھے کہ حضور پر جادو کیا گیا ہے، اس لئے وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، قرآن کریم نے کفار کی تکذیب و تردید کی، آیت کریمہ میں ہے:

﴿وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا﴾(۲)

اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتٰى﴾(۳)

ساحر اور جادوگر نبی کے مقابلے میں فلاح و کامیابی نہیں پا سکتا۔

لہٰذا جن روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر جادو کا اثر ہو گیا تھا، وہ درست نہیں، ہاں یہ ممکن ہے، مدینہ منورہ کی کوئی یہودی عورت جادو کرتی ہو اور اس کا خیال ہو کہ یہ جسم میں اثر کرتا ہے، اس نے رسول اللہ ﷺ پر بھی جادو کرنے کا ارادہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس کے اس عمل کی اطلاع دی اور اس کا جہل ظاہر کیا، یہ تو ہو سکتا ہے لیکن یہ کہنا کہ جادو کا اثر حضور ﷺ پر اس طرح ہو گیا تھا کہ آپ کو اختلاط اور خلجان ہونے لگا کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے سے متعلق تو یہ درست نہیں۔(۴)

---

(۱) رحمة الأمة فی اختلاف الامة، باب حكم السحر والساحر، ص: 226

(۲) الفرقان: 8 (۳) طٰهٰ: 69

(۴) احكام القرآن للجصاص (49/1)

لیکن جمہور علماء کے نزدیک نبی پر جادو کا اثر ہوسکتا ہے، خود قرآن مجید میں سحر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متاثر ہونے کا ذکر ہے اور احادیث میں حضور اکرم ﷺ پر اس کے بعض آثار کے ظاہر ہونے کا تذکرہ ہے۔

البتہ یہ اثر طبعی امور میں ظاہر ہوتا ہے، جس طرح امراض اور بیماریوں کا اثر نبی پر ہوسکتا ہے، اسی طرح جادو کا اثر بھی ہوسکتا ہے، تاہم رسالت، وحی الٰہی اور شریعت سے متعلق احکام وامور میں جادو اور سحر کے اثر سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو محفوظ رکھا ہے اور ان کی حفاظت فرمائی ہے۔(۱)

کیا رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا؟

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو زریق کے ایک یہودی لبید بن اعصم نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا۔ جس کی وجہ سے دنیوی معاملات میں آپ سے بھول چوک ہو جاتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((سَحَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ بَنِی زُرَيْقٍ يُقَالُ له لبيدُ بنُ الاعصم حتى كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يُخَيَّلُ اِلَيْهِ انه يفعل الشیء وَمَا فَعَلَهُ))(۲)

"بنو زریق کے ایک شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا جس کی وجہ سے کسی کام کے بارے میں یہ خیال فرماتے کہ آپ اسے انجام دے چکے ہیں حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا"

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

---

(۱) معارف القرآن، مفتی شفیع صاحبؒ (2/278)، الجامع لأحكام القرآن للقرطبی (46/1)، روح المعانی (339/1)

(۲) صحيح البخاری، كتاب الطب، باب السحر (5321)، صحيح مسلم، كتاب السلام (4059)، سنن ابن ماجه، كتاب الطب (3535)، مسند أحمد، باقی مسند الأنصار (23104)

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سُحِرَ كَانَ يَرٰى اَنَّهُ يَاْتِى النِّسَاءَ وَلَا يَاْتِيهِنَّ))(۱)

''نبی کریم ﷺ پر جادو کردیا گیا تھا، جس کی وجہ سے آپ یہ خیال فرماتے تھے کہ اپنی ازواج سے ملاقات فرما چکے ہیں حالانکہ ایسا نہ ہوا ہوتا''

رسول اللہ ﷺ پر بنی زریق قبیلہ کے لبید بن اعصم نے جادو کیا، آپ دنیوی معاملات میں متذبذب ہوجایا کرتے تھے، بسا اوقات خیال فرماتے کہ میں نے فلاں کام کرلیا ہے حالانکہ وہ نہ کیا ہوتا۔ البتہ یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ جادو کا اثر صرف جسمانی تھا، اور اس کی حقیقت جسمانی بیماری سے زیادہ نہ تھی۔ دینی اور وحی کے معاملات میں آپ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔

سحر اور جادو کی تعلیم و تعلم کے ذرائع میں پائی جانے والی خرابیوں کے علاوہ ان مقاصد میں بے پناہ مفاسد پائے جاتے ہیں جن مقاصد کے لئے اسے استعمال کیا جاتا ہے، ملے ہوئے دلوں کو توڑنے، الفت و محبت کو نفرت اور عداوت میں بدلنے، بسے بسائے گھروں کو اجاڑنے، میاں بیوی میں تفریق پیدا کرنے اور مخالفین کو مالی، جانی اور بدنی نقصان پہنچانے کے لئے جادو کا استعمال بے دریغ کیا جاتا ہے، سحر میں پائی جانے والی اعتقادی اور عملی خرابیوں کی وجہ سے اس کے سیکھنے، سکھانے اور اس پر عمل کرنے کو حرام کہا گیا ہے بلکہ اس کی بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن کے ارتکاب سے انسان کافر ہوجاتا ہے۔

معجزہ، سحر اور کرامت میں فرق

معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کسی سبب خفی سے نہیں ہوتا۔

سحر سبب خفی کا اثر ہوتا ہے، عادۃ اللہ یہی ہے کہ جو شخص جھوٹی نبوت اور معجزے کا دعوی

(۱) صحيح البخاری، كتاب الطب، باب السحر (5323)، صحيح مسلم، كتاب السلام (4059)، سنن ابن ماجه، كتاب الطب (3535)، مسند أحمد، باقی مسند الأنصار (23104)

کرے،اس کا جادو اور سحر نہیں چلتا۔

کرامت بھی خرق عادت ہوتی ہے لیکن وہ جس شخص سے صادر ہوتی ہے وہ متقی، پابند شرع اور پاک وطاہر ہوتا ہے جب کہ ساحر نجس ہوتا ہے اور پابند شرع نہیں ہوتا۔(۱)

جادو کا علاج

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دفع سحر کے لئے یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے:

آیات ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں اور پانی پر پڑھ کر اس کو پلادیں۔اگر نہلانا نقصان نہ کرتا ہوتو ان ہی آیات کو پانی پر پڑھ کر اس سے مریض کو نہلا دیں:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم فلما القوا قال موسی ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین ویحق الحق بکلماتہ ولو کرہ المجرمون قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ وَمِن شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ إِلَٰهِ النَّاسِ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ (۲)

☆☆☆

(۱) معارف القرآن، مفتی شفیع صاحبؒ(1/277)

(۲) بہشتی زیور، ص:762

قرآن مجید حسن صوت کے ساتھ نہ پڑھنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّامَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ))(۱)

''قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھنے والا ہم میں سے نہیں''

''تغنّی بالقرآن'' کا مفہوم

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تغنی بالقرآن'' کے دو معنی بیان کیے ہیں:

1- **تحسين الصوت** : یعنی قرآن مجید کو خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھنا

2- **الاستغناء من الغناء** : یعنی قرآن مجید کو تھامے رکھنا اور اس کے ماسوا سے مستغنی ہو جانا(۲)

پہلا احتمال زیادہ راجح ہے۔

بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

((ليس منامن لم يَتَغَنَّ بالقرآن وزاد غيره يجهر به))

() رواه البخاری فی کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ ''أسروا قولكم واجهروا به انه عليم بذات الصدور'' (6273)، وأبوداؤد فی کتاب الصلاة، باب استحباب الترتيل فی القراءة(1257)، وأحمد فی مسند العشرة المبشرين بالجنة (1396)، والدارمی فی کتاب الصلاة ، باب التغنی بالقرآن(1452)

(۲) عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، وأبوداؤد فی کتاب الصلاة، باب استحباب الترتيل فی القراءة(1257)

''جو شخص قرآن مجید کو خوبصورت آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، بعض راویوں نے اس کا اضافہ کیا ہے کہ اس کو اونچی آواز سے پڑھے''(۱)

سنن ابن ماجہ میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((ان هذا القرآن نزل بحزن فاذا قرأتموه فابكوا فان لم تبكوا فتباكوا تغنوا به فمن لم يتغن به فليس منا))(۲)

''یہ قرآن کریم، فکر و بے قراری (پیدا کرنے) کے لئے نازل ہوا ہے۔ جب تم اسے پڑھو تو رویا کرو، اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں جیسی شکل بنالو۔ اور قرآن شریف کو اچھی آواز سے پڑھو کیونکہ جو شخص اسے اچھی آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں''

قرآن مجید کو خوبصورت آواز سے پڑھنے کے فضائل

بہت سی روایات میں بھی اچھے انداز اور خوبصورت آواز میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، سیدنا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((زَيِّنُوا القرآن بِأصواتِكُم))(۳)

''اپنی آواز سے قرآن کو مزین کرو''

---

(۱) رواه البخاری فی کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ "أسروا قولكم واجهروا به انه علیم بذات الصدور" (6273)

(۲) سنن ابن ماجه، باب فی حسن الصوت بالقرآن(1337)

(۳) رواه النسائی فی کتاب الافتتاح، باب تزيين القرآن بالصوت(1005)، وأبوداؤد فی کتاب الصلاة، باب استحباب الترتيل فی القراءة(1256)، وابن ماجه فی کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب حسن الصوت بالقرآن(1332) وأحمد فی أول مسند الكوفيين(17763)، والدارمی فی کتاب فضائل القرآن، باب التغنی بالقرآن(3364)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز بہت خوبصورت تھی ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ انہیں لحن داؤد میں سے حصہ عطا فرمایا گیا تھا۔(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں فرمایا کرتے تھے:

"شوقنا الٰی ربنا یا أبا موسی"

"اے ابوموسیٰ ہم کو رب کی عبادت کا شوق دلائیں"

یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تلاوت شروع کردیتے۔(۲)

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو کیونکہ قرآن اندھیری رات کا نور ہے اور چاہے دن میں مشقت اور فاقہ ہو لیکن قرآن پڑھنے سے دن میں رونق آجاتی ہے"(۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک رات عشاء کے بعد مجھے دیر ہوگئی، جب میں حاضر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کا سبب دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا "میں آپ کے صحابہ میں سے ایک ایسے صحابی کی قراءت سن رہی تھی کہ آج تک میں ان جیسی قراءت اور آواز کسی کی نہیں سنی" یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اٹھے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی قراءت سنی اور مجھ سے فرمایا "یہ سالم ہیں جو ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام ہیں" پھر فرمایا:

---

(۱) رواہ البخاری فی کتاب فضائل القرآن(4660)، ولفظه ((قال له یا أباموسی لقد أوتیت مزمارا من مزامیر آل داؤد)) ومسلم فی کتاب صلاة المسافرین وقصرها(1321)، والترمذی فی کتاب المناقب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم (3790)، وأحمد فی باقی مسند المکثرین(8292)، والدارمی فی کتاب الصلاة(1451).

(۲) انفرد به الدارمی فی کتاب فضائل القرآن فی باب التغنی بالقرآن(3357)، ولفظه ((کان اذا رأی أبا موسی قال ذکرنا ربنا یا أباموسی فیقرأ عنده))

(۳) کنز العمال(8/222)

((الحمد لله الذی جعل فی أمتی مثل هذا))

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ان جیسا (خوش آواز) شخص پیدا کیا ہے''(۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قرآن مجید کا سب سے زیادہ خوش آواز قاری وہ ہے کہ جب تم اسے سنو تو یہ خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہے''(۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((حسنوا القرآن بأصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا))(۳)

''قرآن مجید کو خوبصورت آواز سے پڑھو، کیونکہ خوبصورت آواز قرآن مجید کے حسن میں اضافہ کرتی ہے''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اشک بار آنکھیں

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے عبداللہ! قرآن پڑھو میں سنوں گا'' عرض کیا ''یارسول اللہ! کیا میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کروں حالانکہ آپ پر ہی قرآن نازل ہوا ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے

---

(۱) سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب فی حسن الصوت بالقرآن(1328)، مسند أحمد، باقی مسند الأنصار(24156)

(۲) سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب فی حسن الصوت بالقرآن(1328)

(۳) سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب التغنی بالقرآن(3365)، سنن النسائی، کتاب الافتتاح(1005)، سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة(1256)، سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها(1332)، مسند أحمد، أول مسند الکوفیین (17763)

غیر سے سنوں" چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھنا شروع کیا فرماتے ہیں کہ جب میں سورۂ نساء کی اس آیت پر پہنچا:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ (١)

"اس وقت کیا حالت ہوگی جب ہم ہر امت میں ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے"

حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اب میں تلاوت روک دوں، میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (۲)

تلاوت قرآن کا سنت طریقہ

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہر آیت پر رُک کر، ٹھہرتے ہوئے آہستگی کے ساتھ تلاوت کرتے، اگر کوئی آپ ﷺ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ کو شمار کرنا چاہتا تو آسانی سے کرسکتا تھا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی قراءت وتلاوت کی دوسری نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپ کے لہجہ میں رقت ہوتی، آپ ﷺ رورو کر، رُک رُک کر تلاوت فرماتے، حتیٰ کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

تلاوت قرآن کے آداب

تلاوت قرآن کے مندرجہ ذیل آداب کی رعایت اجر میں اضافے کی موجب اور قرآن فہمی کے لئے بہت مفید ہے:

1- قبلہ کی طرف منہ کر کے تلاوت کرنا۔

---

(١) سورة النساء:41

(٢) رواه البخاري في كتاب الفضائل (4662)، ومسلم في كتاب صلاة المسافرين وقصرها (1332)، والترمذي في كتاب تفسير القرآن عن رسول الله ﷺ (2950)، وأبوداؤد في كتاب العلم (3183)، وابن ماجه في كتاب الزهد (4184)، وأحمد في مسند المكثرين من الصحابة (3369)

2- قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کے وقت جسم کے ساتھ ساتھ دل کی حاضری وخشیت بھی ضروری ہے۔

3- قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خوش آوازی کے علاوہ رونا یا کم ازکم رونے کی شکل ہی بنالینا ادب اور مستحب ہے۔

4- قرآن کے معنی میں غور وفکر اور تدبر کرنا۔

5- آواز کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور پرسوز بنانے کی کوشش کرنا۔

6- ٹھہر ٹھہر کی درست تلفظ کی رعایت کرتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

7- قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کو جاننے کی کوشش کرنا۔

8- تلاوتِ قرآن کے لئے وقت مقرر کرنا اور باقاعدگی سے تلاوت کرنا۔

9- قرآن مجید کا زیادہ سے زیادہ حصہ یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

☆☆☆

نوحہ وماتم کرنے والا ہم میں سے نہیں

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الخَدُوْدَ وَشَقَّ الْجَيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))(۱)

''جس نے رخساروں کو پیٹا، گریبان کو چاک کیا اور جاہلیت کے بول بولے وہ ہم میں سے نہیں''

دوسری روایت کے الفاظ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَخَرَقَ وَلاَ صَلَقَ))(۲)

''مصیبت کے وقت جس نے سر مونڈایا، کپڑے پھاڑے اور چیخ وپکار کی وہ ہم میں سے نہیں''

نوحہ وماتم کرنے والی عورتوں پر لعنت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کو ملعون اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور قرار دیا ہے جو مصیبت کے وقت شرعی حدود سے تجاوز کر جائیں، نوحہ وماتم کریں، چہروں کو پیٹیں اور گریبان پھاڑ ڈالیں۔

---

(۱) صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب ليس منا من ضرب الخدود(1214)، صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب والدعا بدعوى الجاهلية(148)، سنن الترمذی، كتاب الجنائز(920)، سنن النسائی، كتاب الجنائز(1837)، سنن ابن ماجه، كتاب ماجاء فی الجنائز(1573)، مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة(3476)

(۲) صحيح الترغيب والترهيب 384/3

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰہُ الخَامِشَةَ وَجْهَهَا و الشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَالداعية بالويل والثُّبُوْرِ))(۱)

''اللہ نے چہرہ نوچنے والی، گریبان چاک کرنے والی اور ہلاکت وتباہی مانگنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے''

رونا پیٹنا، چیخنا چلانا، یہ دورِ جاہلیت کی بہت بری رسم تھی، ہر کسی کی موت پر آہ وبکا اور نوحہ وماتم کی صفیں بچھ جاتیں، جی بھر کر رخساروں کو پیٹا جاتا اور بالوں کو نوچا جاتا مگر جب اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے ان حرکات سے منع کیا اور صبر کی تلقین فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں: نسب میں طعن کرنا اور مردوں پر نوحہ کرنا یعنی چلا کر رونا''(۲)

اظہار غم کا شرعی طریقہ

واضح رہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ میت پر بکاء شدید(ہلکی آواز سے رونا) جائز ہے اور بکاء شدید(شدت کے ساتھ رونا) جو نوحہ کی حد تک پہنچ جائے جائز نہیں۔ بکاء شدید اور بکاء خفیف میں فرق مشکل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بکاء خفیف وہ ہے جو بغیر آواز کے ہو اور بکاء شدید وہ ہے جو آواز کے ساتھ ہو۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ بکاء بالصوت بھی متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا یوں کہا جائے گا کہ مطلقاً آواز سے رونا بھی ممنوع نہیں بلکہ آواز کے ساتھ ایسا رونا ممنوع ہے جو نوحہ کی حد تک پہنچ جائے یعنی زور زور سے رویا جائے اور چیخ وپکار کی جائے یا میت کے مبالغہ

(۱) صحيح الجامع الصغير وزيادته 9077/2 حديث 5092 سلسلة الاحاديث الصحيحة 181/5 حديث 2147

(۲) صحيح مسلم، باب اطلاق اسم الكفر على الطعن(227)

آمیز فضائل گنائے جائیں اور تقدیر خداوندی کی تغلیط اور اس کا تخطیہ کیا جائے نیز دوسرے لوگوں کو رونے دھونے کی دعوت دی جائے۔(۱)

تعزیت کا شرعی طریقہ

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اصل طریقہ درد میں شریک ہونے کا یہ ہے کہ آکر مردے والوں کو تسلی دے، صبر دلائے، ان کے دل کو تھامے اس طریقہ سے کوئی شریک نہیں ہوتی بلکہ اوراوپر سے گلے لگ کر رونا شروع کر دیتی ہیں، بعض تو یونہی جھوٹ موٹ منہ بناتی ہیں، آنکھ میں آنسو تک نہیں ہوتا اور بعض اپنے گڑے مردوں کو یاد کر کے خواہ مخواہ کا احسان گھر والوں پر رکھتی ہیں اور جو صدق دل سے بھی روتی ہیں وہ بھی کہاں کی اچھی ہیں کیونکہ اول تو اکثر بیان کر کے روتی ہیں جس کے بارے میں پیغمبر ﷺ نے بہت سخت ممانعت فرمائی ہے بلکہ لعنت کی ہے اور دوسرے ان کے رونے سے گھر والوں کا دل اور بھر آتا ہے اور زخم پر نمک چھڑکا جاتا ہے، زیادہ بے تاب ہو کر بگڑ بگڑ کر روتی ہیں اور تھوڑا بہت جو صبر آچلا تھا وہ بھی جاتا رہتا ہے تو ان عورتوں نے بجائے صبر دلانے کے اورالٹی بے صبری بڑھادی۔ پھر ان کے آنے کا کیا فائدہ ہوا، سچ بات یہ ہے کہ غم والوں کا غم بٹانے کوئی نہیں آتا بلکہ اپنے اوپر سے الزام اتارنے کو جمع ہوتی ہیں''(۲)

---

(۱) درس ترمذی (3/289-288)، بحوالہ شرح مسلم للنووی (1/303)

(۲) بہشتی زیور، ص:503

جو قدرت کے باوجود نکاح نہ کرے
ہم میں سے نہیں

حضرت ابو نجیح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من قدر علی أن ینکح فلم ینکح فلیس منا))(۱)

''جو شخص نکاح کی قدرت کے باوجود نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں''

نکاح شریعت کی نظر میں

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نکاح کرنا سنت ہے، داؤد ظاہری، ابن حزم اور امام احمد بن حنبل کا ایک قول یہ ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے۔

یہ اختلاف عام حالات کے اعتبار سے ہے جب انسان کو زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، اگر اس کا خطرہ ہو اور شدید شہوت ہو تو اس حالت میں سب کے نزدیک نکاح واجب ہے۔ البتہ حضرات شوافع اس صورت میں بھی وجوب کے قائل نہیں، صرف مستحب فرماتے ہیں۔(۲)

نکاح کے فائدے، امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''صید الخاطر'' میں نکاح کے فوائد وثمرات پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) سنن الدارمی، کتاب النکاح، باب الحث علی التزویج(2070)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: کشف الباری، کتاب النکاح، ص: 131، أوجز المسالک (266/9)، بدائع الصنائع(228/2)

''میں نے نکاح کے فوائد، اس کی حقیقت اور مشروعیت پر غور کیا تو اندازہ ہوا کہ نکاح کی مشروعیت کی سب سے بنیادی وجہ نسل ہے، اس لئے کہ ہر ذی روح کا جسم تحلیل ہوتا رہتا ہے۔ پھر غذا اس تحلیل کی تلافی کرتی ہے، لیکن کچھ مدت کے بعد اس کے ایسے اجزاء فنا ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن کی تلافی نہیں ہو پاتی، لہٰذا اس کا فنا ہونا لابدی ہے حالانکہ مقصود دنیا کو تا دیر باقی رکھنا ہے اس لئے نسل کو اصل کا نائب قرار دیا گیا۔

اب چونکہ نکاح کی حقیقت ایسی گھناؤنی تھی جس پر شریف اور سلیم طبیعتیں کبھی راضی نہ ہوتیں یعنی ستر کا کھلنا اور ایسے حصے سے ملنا جسے پسند نہیں کیا جا سکتا اس لئے شہوت پیدا کر دی گئی جو نکاح پر ابھارے اور مقصود حاصل ہو۔

پھر اس مقصود اصلی کے ساتھ ایک اور فائدہ بھی نظر آیا وہ یہ کہ اس سے وہ مادہ نکل جاتا ہے جس کا روکے رکھنا ایذاء کا سبب ہے۔ کیونکہ منی چوتھے ہضم سے نکلتی ہے اس لئے وہ غذا کا سب سے عمدہ اور صاف جوہر ہے پھر وہ جمع ہوتی رہتی ہے تو اس کا ایک ذخیرہ ہو جاتا ہے کیونکہ نفس اپنی بقاء وقوت کے لئے خون کا ذخیرہ کرتا ہے پھر منی کا پھر اس رطوبت کا جو گویا بدن کا ایک ستون ہے اور جو شاید اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اگر دوسرے ذخیرے کم ہو جائیں تو یہ کام آئے۔ لہٰذا جب منی زیادہ جمع ہو جاتی ہے تو تکلیف ہونے لگتی ہے جیسے پیشاب روکنے والے کو اذیت پہنچاتا ہے مگر منی کی باطنی تکلیف پیشاب کی ظاہری تکلیف سے بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس کا زیادہ جمع ہونا پھر اس کو روکے رہنا بہت سے تکلیف دہ امراض پیدا کر دیتا ہے اس لئے کہ اس سے پیدا ہونے والا بخار دماغ پر چڑھتا ہے اور ایذاء کا سبب ہوتا

ہے اور کبھی زہریلا پن بھی پیدا کر دیتا ہے۔
تندرست آدمی کی طبیعت منی کے جمع ہونے کے بعد اس کے اخراج کا تقاضا کرتی رہتی ہے جیسے پیشاب کے نکالنے کا تقاضا ہوتا ہے اور اگر کسی کی طبیعت خراب ہو تو منی کا اجتماع کم ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے اخراج کا تقاضا بھی کم ہوتا ہے لیکن ہماری گفتگو تندرست آدمی کے متعلق ہے، لہٰذا کہتا ہوں کہ میں نے پہلے بیان کر دیا کہ جب منی کو روک لیا جاتا ہے تو بہت سے امراض پیدا کر دیتی ہے۔ گندے گندے خیالات لاتی ہے اور عشق و وسوسہ جیسی آفتیں پیدا کرتی ہے'' (۱)

انوکھی کرامت

دو بھائی تھے ایک نے درویشی اختیار کی اپنے آپ کو عبادت اور ریاضت کے لیے وقف کیا۔ شادی، بچے، گھر وغیرہ کے چکر سے اپنے آپ کو آزاد رکھا یوں اللہ اللہ کرتے ہوئے زندگی گزار دی۔

دوسرے بھائی نے شادی کی بچے ہوئے ازدواجی زندگی کی تلخیوں کے ساتھ ساتھ رونقوں سے بھی خوب لطف اندوز ہوئے۔

یہاں تک کہ دونوں بھائی بوڑھے ہو گئے ایک دن دونوں بیٹھے تھے شادی شدہ بھائی نے تجرد کی زندگی گزارنے والے بھائی سے پوچھا کہ بھائی وہ سامنے لاٹھی پڑی ہے کیا آپ وہاں گئے بغیر کرامت کے ذریعے لاٹھی کو یہاں لا سکتے ہیں۔ درویش بھائی بولے نہیں میں یہ نہیں کر سکتا۔ شادی شدہ بھائی کہنے لگے میں خود وہاں گئے بغیر لاٹھی یہاں لا سکتا ہوں۔

درویش نے کہا وہ کیسے؟

شادی شدہ بھائی نے اپنے چھوٹے بیٹے کو بلایا اور اسے حکم دیا بیٹا وہ لاٹھی پڑی ہے اٹھا کر میرے پاس لاؤ چنانچہ بیٹے نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور لاٹھی اٹھا کر لے آیا۔

---

(۱) صید الخاطر (مترجم) (68/2)

اب بھائی صاحب نے تجرد کی زندگی گزارنے والے سے کہا کہ آپ نے ساری زندگی عبادت کی لیکن وقت آنے پر کرامت نہ دکھا سکے میں نے شادی کی، فرائض بھی ادا کرتا رہا لیکن وقت آنے پر شادی کی کرامت خود آپ کی آنکھوں کے سامنے نمودار ہوئی اب بتلاؤ تجرد کی زندگی بہتر ہے یا شادی والی زندگی افضل ہے؟

درویش بھائی لاجواب ہوا۔

یہی وجہ ہے ہمارے حنفی فقہاء کرام نکاح والی زندگی کو تجرد کی زندگی سے افضل قرار دیتے ہیں کیونکہ جہاں نکاح والی زندگی کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں مثلاً بیوی کے حقوق، بچوں کے حقوق ان کی تعلیم و تربیت وغیرہ اسی طرح ان فرائض کو احسن طریقے سے ادا کرنے والے کا ثواب بھی زیادہ ہے اس کے مصالح و فوائد بھی زیادہ ہیں۔

☆☆☆

عصبیت کی طرف بلانے والا ہم میں سے نہیں

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لیس منا من دعا الی عصبیة ولیس منا من قاتل علی عصبیة ولیس منا من مات علی عصبیة))(۱)

''عصبیت کی طرف بلانے والا ہم میں سے نہیں، عصبیت کی بنیاد پر لڑنے والا ہم میں سے نہیں، عصبیت (کے جذبے) پر مرنے والا ہم میں سے نہیں''

اس حدیث مبارک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طرح کے افراد کو اپنے طریقہ اور اپنی سنت سے ہٹا ہوا قرار دیا ہے:

1- عصبیت کا داعی، یعنی عصبیت کی طرف بلانے والے اور لوگوں کو اس بنیاد پر اکٹھا کرنے والا

2- عصبیت کی بنا پر جنگ کرنے والا، جس کے پیش نظر صرف اور صرف اس کی قوم اور اس کا قبیلہ ہے، اسے اعلاء کلمۃ اللہ سے کوئی غرض نہیں۔

3- عصبیت کے نام پر جان قربان کرنے والا۔

پیغمبر عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر عصبیت کی برائی کو آشکارا فرمایا،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے کسی بے مقصد جھنڈے تلے قتال کیا، وہ عصبیت کا

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی العصبیة(4456)

داعی تھا یا عصبیت کی وجہ سے غضبناک ہوا تھا تو ایسے شخص کی موت
جاہلیت کی موت ہے"(۱)

تعصب کی حقیقت

عصب کا لفظی معنی ہے "بدن کا پٹھہ" اور عصبہ عربی زبان میں والد کے رشتہ داروں کو کہتے ہیں کیونکہ معاشرہ میں عموماً باپ کے رشتہ داروں ہی کی وجہ سے خاندان کی تقویت کا معیار سمجھا جاتا ہے اور انہی رشتہ داروں کی طاقت کو اگلی نسل اپنی طاقت سمجھتی ہے اس لئے عصبیت اور تعصب کا مفہوم اہل لغت نے یہ بیان کیا ہے:

"اپنے آباء واجداد اور اپنی قوم پر فخر کرنا اور ان کی حمایت کرنا"

اسلامی اصطلاح میں تعصب کا مفہوم رسول اکرم ﷺ نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا، جب واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے پوچھا "اے اللہ کے رسول! عصبیت کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا:

((أن تعين قومک علی الظلم))(۲)

"عصبیت یہ ہے کہ تو ظلم پر اپنی قوم کی حمایت کرے"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو اپنی قوم کی ناحق مدد کرتا ہے وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو کسی
کنویں میں گر گیا ہو اور اس کو دم سے پکڑ کر نکالا جا رہا ہو"(۳)

مطلب یہ ہے کہ قوم کی ناحق مدد کر کے عزت حاصل کرنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ کنویں میں گرے ہوئے اونٹ کو دم سے پکڑ کر نکالنا ناممکن ہے۔

اسلام میں قبیلوں اور قوموں کی تقسیم

اسلامی احکام کے مطابق خاندان، قبیلوں، برادریوں، ذاتوں، علاقوں، صوبوں اور

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العصبية(3938)

(۲) سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في العصبية(4454)

(۳) سنن أبي داؤد، باب في العصبية(5117)

شہروں کی تقسیم اور ان کی بناء پر انسانوں کی تقسیم خلاف فطرت نہیں بلکہ فطرت کے عین مطابق ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾(۱)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قومیں اور خاندان بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کرسکو، اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے''

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر اس وقت نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔ قریش مکہ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص نے کہا ''خدا کا شکر ہے کہ میرے والد پہلے ہی وفات پا گئے ان کو یہ برا دن نہ دیکھنا پڑا'' حارث بن ہشام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے رنگ کے حوالے سے سخت کلمات کہے ابوسفیان بولے ''میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میں کچھ کہوں گا تو آسمان کا مالک ان کو خبر کردے گا'' چنانچہ جبرئیل امین تشریف لائے اور مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

خاندانی تقسیم کا غلط استعمال

یہ بات تو پوری طرح واضح ہوگئی کہ خاندان، برادری اور وطنی ولسانی تقسیم خلاف فطرت اور خلاف اسلام تو نہیں لیکن آج اس کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ اس تقسیم کا مقصد اللہ تعالیٰ نے ''لتعارفوا'' بتایا یعنی اس تقسیم کے ذریعہ لوگ ایک دوسرے کی شناخت کرسکیں ایک دوسرے سے تعارف ہوسکے کہ یہ شخص فلاں ملک سے فلاں صوبہ کے فلاں شہر کے فلاں قبیلہ اور برادری کے فلاں خاندان سے ہے۔

() الحجرات:13

عصبیت، اسلام کی نظر میں

اسلام عصبیت کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے اور اسلام کے سدباب کے لئے ابتداء ہی میں کیا اقدامات کئے اس کی حقیقت جاننے کے لئے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثانی صاحب مدظلہ کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیے، آپ لکھتے ہیں:

''عصبیت کا مزاج قرآن کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے، اس (عصبیت) کی نگاہ میں غیر قوم، یا غیر وطن کا آدمی ایک مہمان کی حیثیت سے تو اچھے سے اچھے سلوک کا مستحق ہو سکتا ہے، لیکن اسے ''اپنا'' کسی حال میں نہیں سمجھا جا سکتا، وہ علم وفضل کے اعتبار سے خواہ کتنے مقام بلند پر فائز ہو، اخلاق و کردار کے لحاظ سے خواہ کتنا اونچا مقام رکھتا ہو، جسمانی اور فکری صلاحیتوں سے خواہ کتنا مالا مال ہو، لیکن ''عصبیت'' اسے یہ حق دینے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہے کہ وہ قوم و وطن کے لوگوں میں رہ کر ان سے زیادہ عزت کا مقام حاصل کرے، زندگی کے مسائل میں ان کا رہنما بنے یا ان پر کسی بھی درجے میں حکمرانی کر سکے۔

یہی وہ ''جاہلی عصبیت'' ہے جس کے خلاف اسلام نے روز اول سے جہاد کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے بار بار اس غیر انسانی جذبے کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی، اور اس کوشش میں اس حد تک کامیابی حاصل کی کہ عرب کے بسنے والوں نے ایک طرف حبشہ کے بلالؓ، روم کے صہیب اور فارس کے سلمان کو آگے بڑھ کر گلے لگالیا اور دوسری طرف اپنی قوم اور وطن کے ابوجہل اور ابولہب کے خلاف تلوار لے کر نکلے، اور عملاً اس بات کا اعلام کر دیا کہ جو خدا کا دوست ہے وہ ہمارا ہے، خواہ کسی ملک وقوم کی طرف منسوب ہو، اور

جو خدا کا دشمن ہے وہ ہمارا نہیں ہے، خواہ گوشت پوست کے اعتبار سے وہ ہم سے کتنا قریبی تعلق رکھتا ہو“(۱)

اپنے خاندان سے محبت رکھنا عصبیت میں شامل نہیں

واضح رہے کہ اپنے خاندان یا اپنی قوم سے محبت رکھنا عصبیت میں شامل نہیں، ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرے تو کیا یہ عصبیت میں داخل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں! عصبیت تو یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی قوم کی حمایت کرے حالانکہ وہ ظلم کر رہی ہو“(۲)

مظلوم قوم کی حمایت بھی ضروری ہے

اگر آدمی کی اپنی قوم پر ظلم ہو رہا ہو تو ان کی حمایت کرنا اور ان کے ساتھ تعاون کرنا بھی ضروری ہے۔ اسے عصبیت سے تعبیر نہیں کیا جائے گا۔

سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((خيركم المدافع عن عشيرته مالم يأثم))(۳)

”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے خاندان کی طرف سے (ظلم کی) مدافعت کرے جب تک وہ اس دفاع میں گناہ کا مرتکب نہ ہو“

یعنی ہر شخص اپنی قوم، اپنے خاندان پر ہونے والے ظلم کا دفاع کر سکتا ہے لیکن اس میں بھی اپنی طرف سے ظلم نہ ہونے دے۔

کیا وطن کی محبت بھی عصبیت ہے؟

انسان کو فطری طور پر اپنے وطن، اپنے علاقے اور اپنی سرزمین سے محبت ہوتی ہے،

---

(۱) اسلام اور سیاست حاضرہ، از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، ص: 34-42

(۲) سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العصبية(3939)

(۳) سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في العصبية(4455)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت بھی تعصب میں داخل ہے یا اسلام کا اس بارے میں کیا موقف ہے اس حقیقت کو شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ نے بڑے عمدہ انداز میں واضح فرمایا ہے، اس تحریر کو پڑھ کر اسلام میں تعصب ومحبت وطن کا تصور پوری طرح واضح ہو سکے گا، وہ لکھتے ہیں:

''زمین کے جس خطے کو انسان اپنا وطن سمجھتا ہے، اس کے ساتھ ایک خصوصی لگاؤ کا پیدا ہو جانا بلاشبہ انسانی فطرت کا ایک تقاضا ہے اور اس تقاضے سے کسی حال میں صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جس جگہ انسان پیدا ہوتا ہے جہاں اس کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں جہاں وہ بچپن کی شوخیوں اور جوانی کی نیرنگیوں سے لطف اندوز ہوتا ہے، جس جگہ پہلی بار زندگی کے مختلف روپ اس کے سامنے آتے ہیں، اس جگہ سے اسے ایک خاص انس پیدا ہو جاتا ہے۔ انسان اس سرزمین، وہاں کے بسنے والوں سے، اس کی زبان سے یہاں تک کہ اس کے گلی کوچوں اور در و دیوار سے محبت کرنے لگتا ہے، اور بہت شاذ و نادر ہوتے ہیں وہ لوگ جن کا دل اس محبت سے یکسر خالی ہو۔

وطن کی محبت اگر صرف اس حد تک ہو تو یہ کوئی بری بات نہیں، اسلام نے بھی اس فطری محبت پر کوئی پابندی عائد نہیں کی، حدیث میں ہے کہ مدینہ طیبہ کو وطن قرار دینے کے بعد جب کبھی آنحضرت ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے اور دور سے جبل احد نظر آتا تو آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((هذا جبل يحبنا ويحبه))(۱)

(۱) صحيح البخارى، كتاب الجهاد والسير، باب فضل الخدمة فى الغزو (2675)، صحيح مسلم، كتاب الحج (2395)، سنن الترمذى، كتاب النكاح عن رسول الله ﷺ (1015)، سنن النسائى، كتاب المواقيت (544)، سنن أبي داؤد، كتاب النكاح (1758)، سنن ابن ماجه، كتاب النكاح (1899)

''یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں''

آگے فرماتے ہیں:

''لیکن اگر یہی محبت اپنی معقول حدود سے تجاوز کر جائے، اور اس کی وجہ سے انسان وطن کی ہر چیز ''اپنی'' اور باہر کی ہر چیز کو ''پرائی'' سمجھنے لگے تو اسی کا نام ''تعصب'' ہے اور اس سے اسلام شدید نفرت کرتا ہے، گویا اسلام میں وطن کی طبعی محبت کا تو پورا لحاظ رکھا گیا ہے لیکن نہ وہ اسے اجتماعی وحدت کی بنیاد قرار دیتا ہے نہ وہ اس کے نزدیک دوستی اور دشمنی یا محبت اور نفرت کا معیار ہے، نہ اس کی بناء پر اعلیٰ اور ادنیٰ کی تفریق قائم کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے پیش نظر حق ناحق کے فیصلے ہوسکتے ہیں۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر آپ وطن سے باہر کسی مقام پر ہوں، اور وہاں آپ کو اپنے وطن کا کوئی آدمی نظر آجائے تو طبعی بات ہے کہ آپ اسے دیکھ کر خوشی محسوس کریں گے، اس سے باتیں کرنے اور وطن کے حالات معلوم کرنے میں آپ کو لطف آئے گا، یہ وطن کے ساتھ آپ کی فطری محبت کا اثر ہے اور یہ بات اسلام کی نظر میں قابل اعتراض نہیں لیکن اگر کل کو آپ کا وہی ہم وطن کسی مقامی آدمی سے الجھ پڑے اور آپ حق وناحق کو دیکھے بغیر صرف اس بناء پر اس کا ساتھ دینے لگیں کہ وہ آپ کا ہم وطن ہے تو یہ خالص عصبیت ہے اور اسلام اس کا کسی طرح روادار نہیں'' (۱)

آباء واجداد پر فخر کرنا ممنوع ہے

نبی کریم ﷺ نے آباء واجداد پر فخر کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) اسلام اور سیاست حاضرہ، ص: 42-41

”اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے غرور و تکبر اور آباء واجداد پر فخر کرنے کی رسم کو ختم کر دیا ہے۔ مومن خوش بخت اور فاجر بد بخت ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنی قوموں پر فخر کرنا چھوڑ دیں، وہ جہنم کے کوئلے بن چکے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین پر چلنے والے حشرات سے بھی زیادہ کم حیثیت ہیں“(۱)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”شرف نسب بوجہ امر غیر اختیاری ہونے کے سبب فخر نہیں مگر اس کے نعمت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ فخر عقلاً ان چیزوں پر ہوسکتا ہے جو اختیاری ہوں، اور وہ علم و عمل ہے۔ گو شرعاً ان پر بھی فخر نہ کرنا چاہئے۔ پس صاحب نسب جاہل سے غیر صاحب نسب عالم افضل ہے“(۲)

تعصب کی آگ

قومی، نسلی اور علاقائی تعصب کی آگ جس تیزی سے پھیل رہی ہے یہ محض اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اللہ رب العزت نے قوم، خاندان اور قبیلوں کی تقسیم کا مقصد محض تعارف بتایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے فوراً بعد یہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾(۳)

”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے“

لہٰذا آج وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہر قسم کے تعصب سے ذہنوں کو پاک کر کے صرف یہ بات ذہن نشین کی جائے کہ عزت و ذلت کا معیار تقویٰ ہے۔

☆☆☆

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی التفاخر بالأحساب(4452)

(۲) ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ، باب اوّل

(۳) الحجرات:13

غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (م:63ھ) روایت کرتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا النصارىٰ فانّ تَسْلِيمَ الْيهودِ الاشارةُ بالاصَابِعِ وانّ تَسْلِيمَ النصارىٰ الاشارة بالْاكفِّ))(۱)

''غیروں کی مشابہت اختیار کرنے والا ہم میں سے نہیں، یہود و نصاریٰ کی مشابہت نہ کرو، یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشاروں کے ساتھ ہے، اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلی کے اشارے کے ساتھ ہے''

ایک دوسری حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَيْرِنَا))(۲)

''غیروں کے طریقوں پر عمل کرنے والا ہم میں سے نہیں''

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں فليس منا کا یہ معنی بیان کیا ہے:

((ليس منا أى من أهل طريقتنا ومراعى متابعتنا))

---

(۱) رواه الترمذى فى كتاب الاستئذان والآداب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فى كراهية السلام باليد(2619)

(۲) صحيح الجامع الصغير وزيادته(957/2)رقم الحديث: 5439

''وہ ہمارے طریقہ اور ہمارے اتباع کا خیال کرنے والوں میں سے نہیں''(۱)

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ انگلیوں سے اشارہ کرنا یہود کا طرز اور ہتھیلی سے اشارہ کرنا عیسائیت کی سنت اس اعتبار سے ہے کہ وہ اسی عمل پر اکتفا کرتے ہیں زبان سے سلام نہیں کرتے''(۲)

لہٰذا اگر کوئی آدمی زبان کے سلام کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ بھی کردے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کا ثبوت ایک حدیث سے بھی ملتا ہے۔

پیغمبر عالم اور مشابہت کفار سے بچنے کی تاکید

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

((من تشبه بقوم فهو منهم))(۳)

''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے''

یعنی جو شخص کفار اور فساق کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ گناہ وجرم میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔اور جو صلحاء کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اجر وثواب میں ان کی طرح ہوجاتا ہے۔

اگر سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں بہت سے معاملات ایسے ملتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یہود ونصاریٰ کی مخالفت کی اور ہمیں ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا۔ مثلاً مونچھیں کٹوانا اور داڑھی بڑھانا، 10 محرم کے ساتھ 9 محرم کا روزہ

---

(۱) تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی،رواه الترمذی فی کتاب الاستئذان والآداب عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی کراهية السلام باليد(2619)

(۲) تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی،رواه الترمذی فی کتاب الاستئذان والآداب عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی کراهية السلام باليد(2619)

(۳) سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة(3512)، مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة(4868)

رکھنا، سحری کھانا اور جلد افطار کرنا، تین اوقات میں نماز نہ پڑھنا کیونکہ ان میں مشرکین اپنے معبودوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔

"تشبّہ" کی حقیقت

تشبہ کے بارے میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ یہ کب پیدا ہوتی ہے اور کب اس کی ممانعت آتی ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی ایسے کام میں دوسری قوم کی نقالی کرنا جو فی نفسہ برا کام ہے اور شریعت کے اصول کے خلاف ہے، ایسے کام میں نقالی تو حرام ہی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ کام اگرچہ فی نفسہ تو برا نہیں بلکہ مباح ہے لیکن یہ شخص اس غرض سے وہ کام کر رہا ہے کہ میں ان جیسا نظر آؤں اور دیکھنے میں ان جیسا لگوں اور اہتمام کر کے ان جیسا بننے کی کوشش کر رہا ہے تو اس صورت میں وہ مباح کام بھی حرام اور ناجائز ہو جاتا ہے۔

تشبہ اور مشابہت میں فرق

تشبہ اور مشابہت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ تشبہ کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی ارادہ کر کے نقالی کرے اور ارادہ کر کے ان جیسا بننے کی کوشش کرے، یہ تو بالکل ہی ناجائز ہے۔ دوسری چیز "مشابہت" ہے یعنی ان جیسا بننے کا ارادہ تو نہیں کیا تھا لیکن اس عمل سے ان کے ساتھ مشابہت خود بخود پیدا ہوگئی۔ یہ مشابہت جو خود بخود پیدا ہو جائے حرام تو نہیں، لیکن حضور ﷺ نے بلاضرورت مشابہت پیدا ہونے سے بچنے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔

غیر مسلموں کی کچھ مروجہ رسومات

ان احادیث مبارکہ کو پڑھ کر غور فرمائیں کہ ہم غیر اسلامی تہوار منانے کے لئے کاروبار بند کرتے ہیں، کروڑوں روپیہ خرافات کی نظر کر دیتے ہیں، غرض کہ خوب جان و مال اور وقت لگا کر رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے تہوار مناتے ہیں۔ اور ان کے رسم و رواج کو اپنا کر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ جبکہ ایسا کرنا حرام ہے۔ شادی بیاہ اور فوتگی کے موقع پر جو غیر اسلامی رسومات ہمارے معاشرے میں رواج پذیر ہیں ان کے علاوہ کچھ رسومات باطلہ یہ ہیں:

1- بسنت

2- ویلنٹائن ڈے

3- اپریل فول

4- میراتھن ریس

5- دیوالی

بسنت، ایک ہندوانہ تہوار

ہمارے ہاں انتہائی جوش سے منایا جانے والا ایک ہندوانہ تہوار بسنت ہے، یہ بات تاریخی حقائق کے ساتھ پوری طرح ثابت ہوچکی ہے کہ بسنت مکمل طور پر ایک ہندوانہ تہوار ہے جو ہر سال بہار میں منایا جاتا ہے۔(۱)

ویلینٹائن ڈے

14 فروری کو ''ویلینٹائن ڈے'' کہا جاتا ہے، اس دن مغرب زدہ نوجوان محبت کے پیغام کا عنوان لگا کر اپنے محبوب لوگوں کو پھول اور کارڈ پیش کرتے ہیں۔ اس دن کے منانے کا پس منظر اور اس کی تاریخ کچھ یوں ہے:

''دوسری صدی عیسوی میں روم کا ایک بادشاہ تھا، جس کا نام ''کلاڈیس'' تھا، یہ جنگوں کا بہت شوقین اور لڑائیوں کا رسیا تھا۔ نوجوانوں کے شادی کر لینے کی وجہ سے اسے فوجی دستیاب نہ ہوتے لہٰذا اس نے نوجوانوں کے شادی کرنے پر پابندی عائد کردی۔ لیکن کیتھولک چرچ کے ایک پادری نے اس حکم کی بغاوت کی، اس پادری کا نام ''ویلینٹائن'' تھا۔ ویلینٹائن کنوارے لڑکوں کی خفیہ شادیاں کرایا کرتا تھا، کلاڈیس نے ویلینٹائن کو جیل میں ڈلوادیا، وہاں اسے جیل کے داروغہ کی نابینا بیٹی سے محبت ہوگئی، بادشاہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے ویلینٹائن کو موت کی سزا سنادی، موت سے کچھ دیر پہلے ویلینٹائن نے داروغہ کی بیٹی کو ایک کاغذ لکھ کر دیا جس پر صرف اتنا لکھا تھا:

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: بسنت کیا ہے؟، مفتی ابولبابہ شاہ منصور، کتاب گھر، کراچی

"Your Valantine"

''تمہارا ویلینٹائن''

چنانچہ 14 فروری 207ء کو ویلینٹائن کو سزائے موت دے دی گئی۔ اس کے بعد سے یہ دن محبت کا دن قرار دے دیا گیا اور 208ء میں اسے نوجوانوں نے باقاعدہ طور پر منایا۔

پہلے پہل یہ دن صرف روم میں منایا جاتا تھا لیکن 1414ء میں ایگ کوٹ کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں انگلینڈ کے ''ڈیوک آف آرنیز'' کی بیوی گرفتار ہوئی، اس ملکہ کو ٹاور آف لندن میں قید کیا گیا اور فروری 1415ء کو ڈیوک نے اپنی بیوی کو محبت کا کارڈ بھیجا جس میں اس نے ویلینٹائن کے حوالے سے ایک نظم لکھی، برطانیہ کے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم نے اس نظم کی دھن بنوائی اور ویلینٹائن ڈے کی اس نظم کی موسیقی برطانیہ کے موسیقار جان لیڈ گیٹ نے تیار کی، ملکہ وکٹوریہ نے پہلی مرتبہ ویلینٹائن ڈے پر کارڈ تقسیم کئے، اس طرح یورپ میں ویلینٹائن ڈے عام ہوا، چونکہ مغربی ممالک میں سرخ گلاب کے پھول کو محبت کی علامت سمجھا جاتا ہے اس لئے اس موقع پر ایک دوسرے کو سرخ گلاب پیش کئے جاتے ہیں'' (۱)

اس تفصیل کو پڑھ لینے کے بعد ذرا غور کیجئے اور اس دن کو منانے سے پہلے سوچ لیجئے کہ عیسائیت کا یہ تہوار مسلمانوں کو زیب بھی دیتا ہے یا نہیں؟

اپریل فول، ایک شر انگیز رسم

یکم اپریل کو لوگوں کو بے وقوف بنانا اور انہیں جھوٹی خبریں بتانا روشن خیالی کا ''نقطۂ عروج'' تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن جب اس رسم باطن کو تاریخی حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو عجیب وغریب صورتحال سامنے آتی ہے۔

اپریل فول کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ رومی تہذیب پر عمل کرنے والے لوگ ''جولین کیلنڈر'' کو مانتے تھے۔ جولین کیلنڈر میں اپریل سال کا پہلا مہینہ تھا۔ رومی لوگ اپریل کی پہلی تاریخ کو ''نیو ائیر ڈے'' کہتے تھے۔ سولہویں صدی میں گریگوری ویٹی کن سٹی میں پوپ بنا۔ پوپ کیلنڈر کی اس ترتیب کو پسند نہیں کرتا تھا لہٰذا اس نے 1528ء میں گریگوری کیلنڈر

---

(۱) انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، ایڈیشن ہفتم

ایجاد کیا اور پورے یورپ میں اس کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ اس کیلنڈر میں جنوری کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔ یورپ کے بے شمار ممالک نے اس کیلنڈر کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس دور میں یورپ پر فرانس کی اجارہ داری تھی۔ فرانس کا شاہی خاندان اس کیلنڈر کا حامی تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ پرانا کیلنڈر رومی تہذیب کے غلبے کی نشانی ہے، اگر یہ کیلنڈر اگلی صدیوں تک یونہی چلتا رہا تو فرانس نئی طاقت بن کر نہیں ابھر سکے گا، چنانچہ فرانس نے اپنا اثر ورسوخ پوپ کے پلڑے میں ڈال دیا اور اپنے سال کی ترتیب گریگوری کیلنڈر کے مطابق کرنے کا اعلان کر دیا۔ یوں فرانس دنیا کا پہلا ملک تھا جس نے 1563ء میں گریگوری کیلنڈر کو تسلیم کیا۔

1564ء کا یکم جنوری فرانس میں نیوائیر ڈے کے طور پر منایا گیا۔ لیکن اس مرحلہ پر فرانس کے شہری دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، پہلے حصے میں وہ لوگ تھے جو حکومت کے زیر اثر تھے انہوں نے یکم جنوری 1564ء کو نیوایئر ڈے کے طور پر منایا۔ دوسرے حصے میں وہ عوام تھے جو حکومت کے اقدامات کو جلد تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے یکم جنوری کو سال کا پہلا دن تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

اس طرح فرانس میں فسادات برپا ہو گئے، ایک طرف تو حکومت اس نئے کیلنڈر کو نافذ کرنے کا تہیہ کر چکی تھی اور دوسری طرف فسادات کا قلع قمع کرنا بھی ضروری تھا۔ اس زمانے میں فرانس پر ہنری سوم کی حکومت تھی۔ شاہ نے اپنی کابینہ کو حکم دیا کہ نئے کیلنڈر پر عمل درآمد کے لئے کوئی ایسا طریقہ دریافت کیا جائے جس کے ذریعے حکومت کو عوام کے ساتھ لڑنا بھی نہ پڑے اور مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ کابینہ کے وزراء نے اپنے دوست احباب اور رشتے داروں سے تجاویز لے کر بادشاہ کے دربار میں جمع کرانا شروع کر دیں۔

ان دنوں پیرس کے مرکزی چرچ میں ایک نوجوان پادری تھا، یہ پادری ایک انقلابی شخص تھا، اس کا خیال تھا کہ اگر آپ کسی کا اعتماد توڑنا چاہتے ہیں تو آپ اس کی خوبیوں پر قہقہے لگانا شروع کر دیں۔ وہ شخص آہستہ آہستہ ٹوٹ جائے گا۔ اس نوجوان پادری نے ایک وزیر کے ذریعے بادشاہ کو ایک انتہائی دلچسپ تجویز پیش کی۔

اس نے کہا ''ایک تو حکومت 31 دسمبر اور یکم جنوری کو انتہائی شان دار انداز میں منائے اور دوسرا یکم اپریل کو ''فول ڈے'' قرار دے دے۔ اس دن جو شخص ''نیوائیر ڈے'' منائے پیرس کے لڑکے بالے اس کا مذاق اڑائیں، اس پر رنگ پھینکیں، اسے مزاحیہ کارڈ دیں اور اس پر پھبتیاں کسیں۔ ایک دو سال کا مسئلہ رہے گا لیکن اس کے بعد لوگ یکم اپریل کو نیوائیر ڈے منانے سے پرہیز کریں گے۔ بادشاہ کو یہ تجویز بہت پسند آئی لہٰذا اس نے یکم اپریل کو فول ڈے کا نام دیا۔

برطانیہ میں 1752ء میں میں گریگوری کیلنڈر تسلیم کیا۔ انہوں نے بھی اس کیلنڈر کو نافذ کرنے کے لئے فرانسیسی بادشاہوں کا طریقہ اختیار کیا اور یکم اپریل کو ''فول ڈے'' ڈیکلیئر کر دیا۔

یہ ہے اپریل فول کی تاریخ! ہر سال مارچ کا مہینہ ختم ہوتا ہے اور اپریل کی پہلی تاریخ طلوع ہوتی ہے۔ اس دن پورے یورپ، امریکہ اور مشرق بعید میں فول ڈے منایا جاتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے پر ہنستے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں اور ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہیں...... لیکن سوال یہ ہے یہ دن یورپ کی ایجاد ہے۔ وہ لوگ اپنے دن منانے میں پوری طرح آزاد ہیں لیکن ہم لوگ یہ دن کیوں مناتے ہیں؟ ہم مسلمان ہو کر اس دن اپنے مسلمان بھائیوں کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟ ہم ایک دوسرے کو فول کیوں بناتے ہیں؟

ویلنٹائن ڈے، میراتھن ریس اور دیوالی کی حقیقت بھی سوائے غیر مسلموں کا مذہبی شعار ہونے کے اور کچھ نہیں، تمام مسلمانوں کو ان چیزوں سے مکمل احتراز کرنا چاہئے۔

لباس میں غیر مسلموں کے ''تشبّہ'' سے اجتناب کیجئے

شریعت اسلامیہ میں ایسا لباس پہننے سے منع کیا گیا ہے جس کو پہن کر انسان کسی غیر مسلم قوم کا فرد نظر آئے، اور اس مقصد سے وہ لباس پہنے کہ میں ان جیسا ہو جاؤں۔ یہ تشبہ ہے اور حضور ﷺ نے اس پر بڑی سخت وعید ارشاد فرمائی ہے:

((من تشبه بقوم فهو منهم))

''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے''(۱)

یعنی جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے، اس کی نقالی کرے، اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے تو وہ انہی میں سے ہے، گویا کہ وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے، اسی قوم کا ایک فرد ہے، اس لئے کہ یہ شخص ان کو پسند کر رہا ہے، انہی سے محبت رکھتا ہے، انہی جیسا بننا چاہتا ہے تو اب اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔

پتلون پہننے کی شرعی حیثیت

آج کل مردوں میں کوٹ پتلون کا رواج چل پڑا ہے اس میں بعض باتیں تو فی نفسہ بھی ناجائز ہیں چاہے اس میں تشبہ پایا جائے یا نہ پایا جائے، چنانچہ ایک خرابی تو یہ ہے کہ یہ پتلون ٹخنوں سے نیچے پہنی جاتی ہے اور کوئی لباس بھی مردوں کے لئے ٹخنوں سے نیچے پہننا جائز نہیں۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ اگر پتلون ایسی چست ہو کہ اس کی وجہ سے اعضاء نمایاں ہوں تو پھر لباس کا جو بنیادی مقصد تھا یعنی ستر کرنا وہ حاصل نہ ہوا تو پھر وہ لباس شرعی لحاظ سے بے معنی اور بے کار ہے۔ لہٰذا ان دو خرابیوں کی وجہ سے فی نفسہ پتلون پہننا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی شخص اس بات کا اہتمام کرے کہ وہ پتلون چست نہ ہو بلکہ ڈھیلی ڈھالی ہو اور اس کا اہتمام کرے کہ وہ پتلون ٹخنوں سے نیچے نہ ہو تو ایسی پتلون پہننا فی نفسہ مباح ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص پتلون اس مقصد سے پہنے کہ میں انگریز نظر آؤں، اور میں ان کی نقالی کروں اور ان جیسا بن جاؤں تو اس صورت میں پتلون پہننا حرام اور ناجائز ہے اور تشبہ میں داخل ہے، لیکن اگر نقالی مقصود نہیں ہے اور اس بات کا اہتمام کر رہا ہے کہ پتلون ٹخنوں سے اونچی ہو اور ڈھیلی ہو تو ایسی صورت میں اس کے پہننے کو حرام تو نہیں کہیں گے لیکن فی نفسہ پتلون کا پہننا پھر بھی اچھا نہیں اور کراہت سے خالی نہیں۔

☆☆☆

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة (3512)، مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة (868؛)

گھوڑے کو للکار مار کر آگے کرنے والا ہم میں سے نہیں

ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ جلَبَ عَلَى الْخَيْلِ يَوْمَ الرِّهَان فَلَيْسَ مِنَّا))(۱)

''گھڑ دوڑ کے دن جو شخص کسی آدمی کو اپنے گھوڑے کے پیچھے لگادے تاکہ وہ اس کے گھوڑے کو للکار دے کر تیز کرے، ایسا شخص جو یہ فریب کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں''

اہل لغت نے ''جلب'' کا عربی مفہوم کچھ یوں بیان کیا ہے:

جَلَبَ عَلَى الفرسِ اى صَاحَ بِهٖ وَاسْتَحَثَّهُ لِلسَّبَقِ(۲)

''اس نے گھوڑے پر جلب کیا یعنی اس کے سامنے بلند آواز سے چیخا اور اس کو تیز بھاگنے کے لئے ابھارا''

اس حدیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ کسی مقابلہ یا معاملہ میں فریب اور غلط چال نہیں چلنی چاہئے بلکہ حقیقت اور صداقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر چیز کی صاف شفاف صورت سامنے رکھنی چاہئے۔

''یومِ رہان'' سے کیا مراد ہے؟

رھان والا دن وہ ہوتا ہے جس دن گھوڑوں کا مقابلہ ہوتا ہے اور ہر گھوڑے کو دوڑ کے

() صحيح الجامع الصغير وزيادته(1065/2) رقم الحديث: 7191، سلسلة الأحاديث الصحيحة(436/5) رقم الحديث: 2331، المطالب العالية (383/17)رقم الحديث: 1999

(۲) المنجد عربی(ماده جلب) المعجم الوسيط ماده جلب

لئے بھگایا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی کو کہہ دے کہ تم راستے میں کھڑے ہو کر میرے گھوڑے کے پیچھے سے زور سے چیخنا، چلانا، تیری للکار اور پکار سن کر گھوڑا اور تیز بھاگے گا اور اس طرح کرنا یہ دھوکہ ہے اور ایسا دھوکہ کرنے والے کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جنگوں کے لئے گھوڑوں کو خوب تیار کیا جاتا تھا، تیز ترین اور چست وچالاک گھوڑا فتح میں اور دشمن کو نا کام کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان جہادی مشقیں کروایا کرتے تھے ان مشقوں میں گھڑ دوڑ کا خصوصی مقابلہ ہوتا، جو گھوڑا مقابلہ جیت جاتا اس کو انعام دیا جاتا یہ شرط یا مالکوں کی فیس سے انعام نہیں ہوتا تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ اعزاز کے طور پر اپنی طرف سے یا بیت المال سے انعام دیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاَ سَبَقَ الاَّ فِیْ خُفٍّ اَوْ نَصْلٍ او حَافِرٍ))(۱)

”مسابقت (یعنی مقابلہ و انعام) صرف تین چیزوں میں ہے، اونٹ، تیر اندازی اور گھوڑا دوڑ میں“

کئی احادیث میں آتا ہے کہ ((سابق النبی ﷺ بَیْنَ الْخَیْلِ))(۲)

---

(۱) سنن النسائی، کتاب الخیل، باب السبق(3533)، سنن أبی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی السبق(2210)، سنن الترمذی، کتاب الجهاد عن رسول الله صلی الله علیه وسلم(1622)، سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد(2869)، مسند أحمد، باقی مسند المکثرین(7170)

(۲) صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب غایة السبق للخیل المضمرة (2658)، صحیح مسلم، کتاب الامارة(3477)، سنن الترمذی، کتاب الجهاد عن رسول الله صلی الله علیه وسلم(1621)، سنن النسائی، کتاب الخیل(3527)، سنن أبی داؤد، کتاب الجهاد(2211)، مسند أحمد، مسند المکثرین من الصحابة(4257)، مؤطا مالک، کتاب الجهاد(888)، سنن الدارمی، کتاب الجهاد(2322)

''نبی کریم ﷺ نے گھوڑوں کے درمیان دوڑ لگوائی''

اسپ دوانی کی ضرورت واہمیت اوراس کا شرعی جائزہ

استاذ مکرم پروفیسر مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہ اپنی کتاب ''اسلام میں حیوانات کے احکام'' میں فرماتے ہیں:

''اسلام میں گھوڑے پالنے اور ان پر محنت کرنے کی بہت رغبت دلائی گئی ہے اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت کی نشاندہی کی گئی ہے اور اس پر قرآن وحدیث کی شہادت بھی موجود ہے۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں جدید ایجادات نے گھوڑے کی ضرورت سے کسی حد تک فارغ کردیا ہے، میدان جہاد میں ان کی جگہ ٹینک اور جہاز آگئے ہیں اور شہری زندگی میں ان سواریوں کی جگہ کاروں نے لے لی ہے لیکن قرآن مجید میں جہاد کے لئے ہر طرح کی عصری قوت جمع کرنے کے حکم کے ساتھ گھوڑے باندھنے کو ایک علیحدہ مستقل حکم کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور حدیث کی رو سے گھوڑوں کی برکت قیامت تک کے لئے موجود ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَّمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾(۱)

''اور تم (دشمن کے مقابلے میں) جتنی قوت مہیا کرسکتے ہو کرو اور جتنے بھی گھوڑے باندھ سکتے ہو بہم پہنچاؤ جن کے ذریعے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈراؤ''

گھوڑے باندھنے کا یہ حکم قرآن قیامت تک کے لئے ہے اور سائنسی ایجادات اپنی جگہ خواہ کتنی ہی ترقی کرلیں، گھوڑوں کا پالنا اور انہیں باندھنا پھر بھی ضروری ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اچھے گھوڑے

(۱) الانفال:60

پالنے اور باندھنے میں کسی سے پیچھے نہ رہیں‘‘(۱)

گھڑ دوڑ کی جائز صورتیں

گھڑ دوڑ کی تمام صورتوں میں جواز کے لئے دو شرائط کا پایا جانا لازم ہے، اول یہ کہ اس کام کا مقصد محض کھیل تماشہ نہ ہو بلکہ قوت جہاد یا جسمانی ورزش ہو۔ دوسرے یہ کہ جو انعام مقرر ہو وہ معلوم اور متعین ہو، مجہول یا غیر معین نہ ہو۔ گھڑ دوڑ کی جائز صورتیں درج ذیل ہیں:

1- مشروط معاوضہ پر گھڑ دوڑ کی ایک جائز صورت یہ ہے کہ فریقین جو اپنے اپنے گھوڑے دوڑا کر بازی لگا رہے ہیں، انہیں آپس میں کسی کو کسی سے کچھ لینا دینا نہ ہو بلکہ حکومت وقت یا کسی تیسرے شخص یا جماعت کی طرف سے بطور انعام کوئی رقم آگے بڑھنے کے لئے مقرر ہو چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں ہے:

((کذلک مایفعله السلاطین وهو أن یقول السلطان لرجلین من سبق منکما فله کذا فهو جائز لما بیننا أن ذلک من باب التحریض علی استعداد اسباب الجهاد خصوصا من السلطان))(۲)

2- دوسری صورت یہ ہے کہ آگے بڑھنے والے کے لئے معاوضہ یا انعام فریقین ہی سے ہو مگر صرف ایک طرف سے ہو دو طرفہ شرط نہ ہو، مثلاً زید اور عمر گھوڑوں کی دوڑ میں بازی لگا رہے ہیں، زید یہ کہے کہ اگر عمر آگے بڑھ گیا تو میں اسے ایک ہزار روپے انعام دوں گا، دوسری طرف سے یہ نہ ہو کہ اگر زید آگے بڑھ گیا تو عمر ایک ہزار روپے دے گا کیونکہ دو طرفہ شرط کی صورت قمار ہے اور حرام ہے۔

3- فریقین میں دو طرفہ شرط بھی حنفیہ کے نزدیک ایک خاص صورت میں جائز ہے اور وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھڑ سوار کو مثلاً خالد کو اپنے ساتھ شریک کر لیں،

---

(۱) اسلام میں حیوانات کے احکام، ص: 73-72

(۲) بدائع الصنائع (206/6)

پھراس کی دوصورتیں ہیں:

(الف) شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید آگے بڑھے تو عمر ایک ہزار روپے اسے دے اور عمر آگے بڑھے تو زید اتنی ہی رقم اس کوادا کرے اور اگر خالد بڑھ جائے تو اسے کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں۔

(ب) شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو زید اور عمر دونوں اس کو ایک ایک ہزار روپیہ دیں گے اور زید وعمر دونوں یا ان میں سے کوئی آگے بڑھے تو خالد کے ذمہ کچھ نہیں لیکن زید اور عمر میں سے جو آگے بڑھے دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم آئے گا۔

ان دونوں صورتوں میں جو تیسرا آدمی شریک کیا گیا ہے، اسے حدیث کی اصطلاح میں محلل کہا جاتا ہے اور دونوں صورتوں میں یہ امر مشترک ہے کہ تیسرے آدمی کا معاملہ نفع وضرر میں دائر نہیں بلکہ ایک صورت میں اس کا نفع متعین ہے، دوسری صورت میں اس کا کچھ نقصان نہیں۔

اس تیسری صورت کے لئے حدیث کی تصریح کے مطابق یہ شرط ضروری ہے کہ یہ تیسرا گھوڑا (خالد کا) زید اور عمر کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو، جس کی وجہ سے اس کے آگے بڑھنے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوری یا عیب کی وجہ سے اس کا پیچھے رہ جانا عادۃً یقینی ہو یا زیادہ قوی اور پھرتیلا ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھ جانا یقینی ہو۔(۱)

گھڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں

1- گھڑ دوڑ وغیرہ کی بازی محض کھیل تماشہ یا روپیہ کی طمع کے لئے ہو اور استعداد قوت جہاد کی نیت نہ ہو۔

2- معاوضہ یا انعام کی شرط فریقین میں دوطرفہ ہو اور کسی کو اپنے ساتھ بتفصیل مذکورہ بالا ملایا جائے تو یہ قمار اور حرام ہے۔

(۱) اسلام میں حیوانات کے احکام، ص: 81-79

3- ریس کی مروجہ شکل کہ گھوڑوں کی دوڑ کسی کمپنی کی طرف سے ہوتی ہے، گھوڑے کمپنی کی ملکیت اور گھڑ سوار اس کمپنی کے ملازم ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا داؤ لگاتے ہیں جس کی فیس انہیں داخل کرنی ہوتی ہے جس نمبر کا گھوڑا آگے بڑھ جائے اس پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے، باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے۔ یہ صورت مطلقاً قمار اور حرام ہے۔ اول تو اس ریس کا قوت جہاد پیدا کرنے سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ بازی لگانے والے نہ گھوڑے رکھتے ہیں نہ سواری کی مشق، ثانیاً یہ کہ جو صورت معاوضہ رکھی گئی ہے کہ ایک مشق میں داؤ لگانے والے کو انعامی رقم ملتی ہے اور دوسری مشق میں اپنی دی ہوئی فیس سے دست بردار ہونا پڑتا ہے، یہ عین قمار ہے جو کہ بنص قرآن حرام ہے۔ (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ (356/2))(۱)

☆☆☆

(۱) اسلام میں حیوانات کے احکام، ص: 82-81

جو کہانت کرے یا کروائے
وہ ہم میں سے نہیں

رسول اللہ ﷺ نے سخت وعید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَکَهَّنَ أَوْ تُکُهِّنَ لَهُ))(۱)

"کہانت کرنے والے اور جس کے لئے کی گئی وہ ہم میں سے نہیں"

کاہن اور کہانت کی حقیقت

کھانۃ (کاف کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) غیب کی خبریں بتانے کے پیشہ کو کہتے ہیں، اس پیشے کو اختیار کرنے والا کاہن کہلاتا ہے اس کی جمع "کھنۃ" آتی ہے، بعض اہل لغت نے کاہن کی یہ تعریف کی ہے:

"کل من اذن بشیء قبل وقوعه فهو کاهن"

"ہر وہ شخص جو کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس کی خبر دے، وہ کاہن ہے"(۲)

مشہور مؤرخ اور محدث علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الکاهن: الذی یتعاطی الخبر عن الکائنات فی مستقبل الزمان، ویدعی معرفة الأسرار"

"کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو کائنات کے بارے میں زمانۂ مستقبل

---

(۱) صحیح الترغیب والترهیب 170/3 حدیث 3041، سلسلة الاحادیث الصحیحة جلد 6 صفحه 310، حدیث 2650، المطالب العالیة 189/21، حدیث 2495

(۲) عمدة الباری (275/21)

کی خبریں دیتا ہے اور پوشیدہ باتوں کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے"(۱)

کہانت کی اقسام

کہانت کی تین قسمیں مشہور ہیں:

1- غیب کی یہ خبریں بعض لوگ شیاطین اور جنات سے حاصل کرتے ہیں، جنات وہ خبریں آسمان میں فرشتوں کی باتیں سن کر حاصل لیتے ہیں، اس کا سد باب شہاب ثاقب کے ذریعے سے کردیا گیا، قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے:

﴿إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ (۲)

"مگر جو چپکے سے بات اچک لے، اس کے پیچھے چمکتا ہوا ستارہ آتا ہے"

2- بعض جنات کے ساتھ لوگوں کا رابطہ ہوتا ہے اور وہ انہیں دور کی خبریں بتا دیتے ہیں اور بعض اوقات کچھ خبریں صحیح بھی نکل آتی ہیں۔

3- بعض لوگ اپنے حواس، تجربہ اور اندازے سے غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔

ان تمام صورتوں کو مذموم کہا گیا، کیونکہ یہ ظنیات کے قبیل سے ہیں اور عموماً اس میں جھوٹ شامل کیا جاتا ہے۔(۳)

کاہن کی تصدیق دین اسلام کی تکذیب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحمدٍ صلى الله عليه وسلم))(۴)

---

(۱) النهاية في غريب الحديث والأثر (214/4)

(۲) الصافات: 10

(۳) فتح الباري (266/10)

(۴) سنن الترمذي، كتاب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء في كراهية اتيان الحائض (135)، سنن أبي داؤد، كتاب الطب، باب في الكاهن (3904)، سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة (639)

''جس نے کسی نجومی کے پاس جا کر اس کی باتوں کی تصدیق کردی،
گویا اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا انکار کردیا''

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ان کے پاس جا کر ان کی تصدیق کرنا کفر ہے، اور ایسی حرکت کرنے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

نجومی کی کمائی حرام ہے

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ))(۱)

''رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، بدکار کی کمائی اور نجومی کی شیرینی (آمدنی) سے منع فرمایا''

نجومی اور کاہن قسم کے یہ ظالم لوگوں کی خواہشات اور پریشانیوں کو اپنے مذموم کاروبار کا ذریعہ بناتے ہیں، غریب اور تنگ دست لوگوں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور قدم قدم پر کئی جھوٹ بول کر روپیہ روپیہ اکٹھا کرتے ہیں، ان کی کمائی میں سچائی، محنت اور حقیقت کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔

40 دن کی نماز مردود

جو شخص کسی غیبی امور کے جاننے کے دعویدار کے پاس جا کر اس کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے بد اعتقاد شخص کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتے، یہ انجام تو صرف تصدیق کرنے والے کا ہے اور جو ظالم یہ دھندا کرتا ہے اس کی عبادات کا کیا بنے گا؟ ویسے ایسی حرکتیں کرنے والے حضرات حد درجہ بدعمل، بے نماز اور دین سے دور ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(۱) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم ثمن الکلب

((من اتی عرّافاً فسألہ عن شیءٍ فصدّقہ لم تقبل لہ صلاۃ اربعین یومًا))(۱)

"جو شخص کسی عراف (غیب دانی کا دعویدار) کے پاس آکر سوال کرے اور پھر اس کی تصدیق بھی کردے، ایسے شخص کی چالیس روز تک نماز قبول نہیں ہوتی"

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"العرّاف ھو الذی یدّعی معرفۃ الامور بمقدماتٍ واسبابٍ یستدلّ بھا علی مواقعھا، کالمسروقِ ومَن الذی سرقہ ومعرفۃِ مکانِ الضّالۃ ونحوِ ذلک"(۲)

اس حدیث طیبہ اور تشریح سے معلوم ہوا کہ کاہنوں، بنگالیوں اور باوؤں کے پاس مستقبل کی خبریں حاصل کرنے کے لئے جانا ایمان کے لئے اس قدر خطرناک ہے کہ اس سے چالیس روز کی نمازیں ضائع ہوجاتی ہیں، ہمارے ہاں بد اعتقاد لوگ چوری کا سراغ، شادی و بربادی اور کامیابی و ناکامیابی کی تفاصیل پوچھنے کے لئے انہی بے دینوں کے پاس جاتے ہیں حالانکہ یہ سب کچھ حرام ہے اور مستقبل، غیب اور پوشیدہ چیز اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

نجومیوں کی پیشین گوئی کی حقیقت

دین اسلام نے کاہنوں، نجومیوں اور قیافہ شناسوں کرنے والوں کے پاس جانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ بلکہ آپ نے فرمایا ایسے شخص کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں (جیسے کہ حدیث پیچھے گزری ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان، صحیح الترغیب والترھیب (3041)

(۲) صحیح الترغیب والترھیب بتعلیقات الالبانی، رقم الحدیث: 3046، (172/3)

ﷺ سے کاہنوں اور نجومیوں کے متعلق سوال کیا کہ ”اے اللہ کے رسول! ان کی کیا حقیقت ہے؟“ آپ نے فرمایا ”یہ کوئی چیز نہیں ہے“ لوگوں نے عرض کیا ”یارسول اللہ! وہ لوگ کبھی ہم سے ایسی بات کرتے ہیں جو بالکل صحیح ہوتی ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”وہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، کاہن اسے جن سے اچک لیتا ہے، جن وہ (بات فرشتوں سے سن کر) اپنے اس کاہن دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور پھر اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر وہ اسے آگے بیان کرتا ہے“ (۱)

اسی طرح دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر بادلوں میں اترتے ہیں اور اس بات کا ذکر کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمان پر کیا جاتا ہے اسی دوران شیطان چوری چھپے کچھ سن کر ان نجومیوں کو بتا دیتا ہے اور یہ ظالم اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا پیش کرتے ہیں۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ چند انصار صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، اتنے میں شہاب ثاقب نظر آیا، حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا ”زمانہ جاہلیت میں اسے دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے؟“ صحابہ نے کہا ”ہم کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا کوئی بڑا آدمی مرا ہے“ حضور ﷺ نے فرمایا:

”ستارہ اس وجہ سے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی مرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے بلکہ ہمارا رب جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو حاملین عرش فرشتے ”سبحان اللہ“ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب آسمان کے فرشتے ہیں، وہ ”سبحان اللہ“ کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچی ہے،

(۱) صحيح البخاری، كتاب الطب، باب الكهانة(5320)، صحيح مسلم، كتاب السلام(4134)، مسند أحمد، باقي مسند الأنصار(23431)

(۲) صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة (2791) صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة(4134)، مسند أحمد، باقي مسند الأنصار(23431)

پھر حاملین عرش کے قریب والے فرشتے ان سے کہتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ ان کو اللہ نے جو کچھ فرمایا ہوتا ہے اس کی خبر دیتے ہیں، پھر آسمانوں کے دوسرے فرشتے بھی ایک دوسرے سے وہ خبر معلوم کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ خبر آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے تو جن (وشیاطین) اس سنی ہوئی بات میں سے کچھ اچک لیتے ہیں اور اسے اپنے کاہن دوستوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں، اب اگر کاہن اسی طرح وہ بات بتلائیں جس طرح انہوں نے سنی ہوتی ہے تو وہ سچ ہوتی ہے لیکن وہ اس میں جھوٹ کا اضافہ کر دیتے ہیں" (۱)

☆☆☆

(۱) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة واتیان الکاهن (4136)، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب من سورة سباء (3148)، مسند أحمد، من مسند بنی هاشم (1785)

بدشگونی کرنے اور کروانے والا
ہم میں سے نہیں

امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

((لَيْسَ مِنَّامَنْ تَطَيَّرَ اَوْ تُطُيِّرَ لَهُ))(۱)

''جس نے بدشگونی کی، یا جس کے لئے بدشگونی کی گئی وہ ہم میں سے نہیں''

طیرہ اور بدفالی کی حقیقت

طیرہ شگون کو کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگ جب کام کے لئے صبح کو نکلتے تو وہ'' طیر''یعنی پرندے پر اعتماد کرتے، بیٹھے ہوئے پرندے کو اڑاتے، اگر پرندہ دائیں جانب اڑتا تو اسے نیک شگون سمجھتے اور کام پر چلے جاتے اور اگر پرندہ دائیں جانب اڑتا، تو اسے بدشگونی سمجھ کر کام پر جانے سے رک جاتے، لوگ دائیں طرف اڑ کر جانے والے پرندے کو ''مساغ''اور بائیں طرف جانے والے پرندے کو''بارح'' کہا کرتے تھے۔(۲)

لوگ جب اس طرح کا اعتقاد کرنے لگتے ہیں تو ان کے ظن اور اعتقاد کے مطابق بسا اوقات واقعات بھی پیش آجاتے ہیں، یہ درحقیقت ان کے باطل ظن کی سزا ہوتی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۱) صحيح الترغيب والترهيب 170/3، رقم الحديث: 3041، سلسلة الاحاديث الصحيحة، (310/6) رقم الحديث: 2650، المطالب العالية (189/21) رقم الحديث: 2495

(۲) عمدة القارى (273/21)، النهاية فى غريب الحديث والأثر (152/3)

"وربما وقع به ذلك المكروه بعينه الذی اعتقده عقوبة له، كما كان يقع كثيرا لأهل الجاهلية"(۱)

"بعض اوقات وہ ناپسندیدہ حالت بدشگونی کا اعتقاد رکھنے والے کے لئے بطور سزا کے وقوع پذیر ہو جاتی ہے، زمانہ جاہلیت میں اکثر ایسا ہی ہوتا تھا"

بحیثیت مسلمان ہر شخص کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مضبوط ہونا چاہئے، نفع ونقصان کا مالک اور ہر چیز میں موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے بعض امراض جو متعدی سمجھے جاتے ہیں، ان کے متعدی ہونے کا انکار ہرگز نہیں ہوتا بلکہ صرف عقیدے کی درستگی مطلوب ہوتی ہے کہ اس میں بھی اصل چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت، مرضی اور ارادہ ہے، نہ کہ فی نفسہ بیماری۔

ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی بدشگونیاں

ہمارے معاشرے میں بھی بہت سے توہمات عام ہیں۔ مثلاً کالی بلی سامنے سے گزر جائے تو راستہ بدل لینا چاہئے ورنہ اسی راستہ پر چلنے سے نقصان ہو سکتا ہے۔ چھری گرے یا خالی قینچی چلائی جائے تو لڑائی ہو جاتی ہے۔ کوا بولے تو مہمان آجاتا ہے۔ آنکھ پھڑکے تو بری خبر ملتی ہے۔ ہتھیلی میں کھجلی ہو تو دولت آجاتی ہے۔ جوتی پر جوتی چڑھ جائے تو سفر پیش آتا ہے اور اسی قسم کی بہت سی نیک اور بدشگونیاں دیکھنے اور سننے میں آتی ہیں۔ ان تمام باتوں سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

یہ کہنا کہ فلاں چیز کی وجہ سے کام خراب ہوا ہے یہ بدشگونی ہے اور ایسا کرنا شرعاً حرام ہے بلکہ آپ ﷺ فرماتے ہیں ایسے بدعقیدہ شخص کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لاعدوى ولا طيرة ويعجبنی الفأل الصالح الكلمة

(۱) فتح الباری(264/10)

الحسنة))(۱)

''بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا اور بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں (یہ ذہن درست نہیں) اور مجھے فال اچھی لگتی ہے، فال سے مراد اچھی بات ہے (یعنی خیر کی امید رکھنا)''

معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نیا نیا مسلمان ہوا ہوں، ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کے پاس نہ جانا، پھر میں نے کہا ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک وہم ہے جو لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا ہے، بدشگونی کی وجہ سے کام کرنے سے رکنا نہیں چاہئے۔(۲)

بدشگونی شیطانی کام اور شرک ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدشگونی کو ناپسند کرتے تھے بلکہ ایک حدیث میں بدشگونی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلطِّیَرَۃُ مِنَ الْجِبْتِ))(۳)

''بدشگونی شیطانی کاموں میں سے ہے''

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب الطب، باب الفأل(5315)،صحيح مسلم، كتاب السلام(4123)، سنن الترمذي، كتاب السير عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (1540)، سنن أبي داؤد، كتاب الطب(3415)، سنن ابن ماجه، كتاب الطب(3527)، مسند أحمد، باقي مسند الأنصار(11734)

(۲) صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة واتيان الكهان(4133)، سنن النسائي، كتاب السهو(1203)، سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة(795)، مسند أحمد، باقي مسند الأنصار(22644)

(۳) مسند أحمد، أول مسند البصريين(19694)، سنن أبي داؤد، كتاب الطب (3408)

سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلطِّیَرَۃُ مِنَ الشِّرْکِ وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُذْھِبُہٗ بِالتَّوَکُّلِ))(۱)

''بدشگونی شرک ہے، ہم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جسے بدشگونی کا خیال پیدا نہ ہو، مگر اللہ تعالیٰ اس کو توکل کے ساتھ ختم کر دیتا ہے''

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کا عقیدہ ٹھوس اور مضبوط ہونا چاہئے، بدشگونیاں کام میں حائل نہیں ہونی چاہئیں اور نہ ہی ان کی بنیاد پر تبصرے اور کوئی رائے قائم کرنی چاہئے۔

بدشگونی سے بچنے کی دعا

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شعب الایمان'' میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ اگر کسی کے دل میں اس طرح کی بدشگونی کا خیال آئے تو وہ یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ، وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ))(۲)

نیک فال لینا مندوب ہے

اچھی اور نیک فال لینا مستحب اور مندوب ہے، مثلاً ایک آدمی بیمار ہے اور وہ اس حالت میں کسی کو ''یا سالم'' کہتے ہوئے سن لے، کوئی جنگ کرنے جا رہا ہے اور ''ظفر علی'' یا ''فتح علی خان'' کا نام سن لے، کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی اور ''یا واجد'' کہتے ہوئے کسی کو سن لے اور ان ناموں سے تندرستی، فتح اور گمشدہ چیز کے پانے پر نیک فال لے تو یہ مستحب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔(۳)

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب السیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الطیرۃ(1539)، مسند أحمد، مسند المکثرین من الصحابۃ(3957)

(۲) شعب الایمان للبیہقی، باب التوکل والتسلیم، رقم الحدیث: 1180

(۳) مظاہر حق (4/300)

حضور ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کسی کام کے موقع پر اچھا نام سنتے تو مسرت کے آثار آپ کے چہرہ انور پر نمایاں ہو جاتے، چنانچہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے:

''نبی ﷺ کسی چیز کے بارے میں بدفالی نہیں فرمایا کرتے تھے، جب وہ کسی عامل کو بھیجتے تھے تو اس کا نام پوچھتے اگر نام خوبصورت معلوم ہوتا تو آپ ﷺ مسرت کا اظہار فرماتے اور اگر نام ناپسندیدہ ہوتا تو اس کی ناگواری آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے عیاں ہو جاتی''(۱)

کوئی نام آپ کو ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہو جاتے بدفالی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ آپ کو برے نام پسند نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعض مواقع پر چند صحابہ کے نام تبدیل فرمائے۔

استخارہ، بدشگونی سے بچنے کا طریقہ

ہر ذی شعور اور صاحب دانش شخص کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ نیک کام کرے اور جو کام بھی کرے اس میں خیر ہی خیر ہو، نقصان اور شر نہ ہو۔ انسان اپنے محدود علم اور ناقص تجربہ کی وجہ سے اپنے معاملات کے نفع ونقصان سے بسا اوقات ناواقف ہوتا ہے، انسان کوئی کام کرنا چاہتا ہے لیکن اسے یہ خطرہ رہتا ہے کہ یہ کام میرے لئے مفید ہے یا نہیں؟ اس اندیشے اور خطرے کی فکر نے انسان کو اس بات کی طرف مائل کیا کہ وہ اس کام کی برائی یا بھلائی کو معلوم کرنے کی کوشش کرے، جسے وہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ مختلف ادوار میں لوگوں نے اس مقصد کے لئے مختلف طریقوں کو اختیار کیا۔ بعض نے ستاروں وغیرہ کا سہارا لیا، کسی نے مختلف کاموں کو خیر وشر کی علامت بنایا، مثلاً کالی بلی گزر گئی تو راستہ تبدیل کر لیا۔ اہل عرب نے جوئے کے تیروں کو اپنے معاملات میں خیر وشر کے معلوم کرنے کے لئے استعمال کیا۔

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الطب، باب في الطيرة (3920)

زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی اہم کام کرنا ہوتا مثلاً سفر یا نکاح یا کوئی بڑا سودا کرنا ہوتا تو وہ تیروں کے ذریعے فال نکالا کرتے تھے، یہ تیر کعبہ شریف کے مجاور کے پاس ہوا کرتے تھے، ان میں سے کسی تیر پر لکھا تھا:

أَمَرَنِیْ رَبِّیْ

''مجھے میرے رب نے حکم دیا''

اور کسی پر لکھا تھا:

نَهَانِیْ رَبِّیْ

''مجھے میرے رب نے منع کیا''

اور کوئی تیر بے نشان تھا، اس پر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا، مجاور تھیلا ہلا کر فال طلب کرنے والے سے کہتا کہ ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکال! اگر أَمَرَنِیْ رَبِّیْ والا تیر نکلتا تو وہ شخص کام کر لیتا اور نَهَانِیْ رَبِّیْ والا تیر نکلتا تو وہ کام سے رک جاتا اور بے نشان تیر ہاتھ میں آتا تو دوبارہ فال نکالی جاتی۔

استخارہ، احادیث مبارکہ کی روشنی میں

استخارہ کی اہمیت مختلف احادیث میں وارد ہوئی ہے، ان میں سے بعض احادیث درج ذیل ہیں:

1- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستخاره في الأمور كما يعلمنا السورة من القرآن))(۱)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو معاملات میں استخارہ اُسی اہتمام سے سکھلاتے تھے جیسے قرآن کریم کی سورت سکھلاتے تھے''

---

(۱) صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب ماجاء فی التطوع مثنى مثنى (1096)، سنن الترمذی، كتاب الصلاة (442)، سنن النسائی، كتاب النكاح (3201)، سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة (1315)، سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها (1373)، مسند أحمد، باقی مسند المكثرين (13180)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے استخارہ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

2- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من سعادة ابن آدم استخارته الله ورضاه بما قضى الله تعالیٰ له ومن شقاوة ابن آدم تركه استخارة الله وسخطه بما قضى الله له))(۱)

''آدمی کی نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جائے، اور آدمی کی بدبختی کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنا چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی نہ ہو''

معلوم ہوا کہ جو شخص کوئی اہم کام اس کے نفع ونقصان کو جانے بغیر شروع کر دے اس کے لئے کامیابی اور ناکامی دونوں کے امکانات موجود ہیں اور جو شخص پہلے استخارہ کر کے اس کام کے لئے قدم اٹھاتا ہے تو وہ بلاشبہ خوش قسمت اور سعادت مند ہے۔

3- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ماخاب من استخار ولاندم من استشار ولا عال من اقتصد))(۲)

''استخارہ کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا اور مشورہ کرنے والا کبھی پشیمان نہیں ہوتا، میانہ روی اختیار کرنے والا کبھی محتاج نہیں ہوتا''

4 - حضرت مکحول ازدی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب القدر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فی الرضا بالقضاء(2077)، مسند أحمد، مسند العشرة المبشرين بالجنة (1367)

(۲) رواه الطبرانی فی الصغير والاوسط،رقم الحديث: 6623، كنز العمال (813/7)، رقم الحديث: 21532،مجمع الزوائد(96/8)

عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

((ان الرجل یستخیر اللہ تبارک وتعالیٰ فیختار له، فیسخط علی ربه عز وجل، فلا یلبث أن ینظر فی العاقبة))(۱)

''بعض اوقات انسان اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے کہ جس کام میں میرے لئے خیر ہو وہ کام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (وہ) کام اختیار فرما دیتے ہیں (جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، لیکن ظاہری اعتبار سے وہ کام اس بندہ کی سمجھ میں نہیں آتا تو) وہ بندہ اپنے پروردگار پر ناراض ہوتا ہے اور اتنا انتظار نہیں کرتا کہ اس کے انجام کو دیکھ لے''

5- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یا انس! اذا هممت بأمر فاستخر ربک سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیه))(۲)

''اے انس! جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے پروردگار سے سات مرتبہ استخارہ کرلو پھر دیکھو کہ کون سا کام تمہارے دل کی طرف جاتا ہے پس بے شک اس میں خیر ہے''

استخارہ کی حکمت اور فائدہ

استخارہ میں حکمت یہ ہے کہ جب بندہ اپنے علم کامل والے رب سے رہنمائی کی التجا کرتا ہے، اپنے معاملہ کو اپنے مولیٰ کے حوالے کرتا ہے اور اس کی مرضی معلوم کرنے کے لئے پوری طرح متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی رہنمائی اور مدد فرماتے ہیں، اللہ

(۱) کتاب الزهد لابن المبارک، زیادات الزهد لنعیم بن حماد، باب فی الرضا بالقضاء، ص:32

(۲) عمل الیوم واللیلة، ص:161، دائرة المعارف، حیدر آباد 1358ھ

تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا دروازہ کھلتا ہے اور بندے کے لئے خیر کی راہ ہموار کی جاتی ہے، پس استخارہ محض اتفاق نہیں ہے بلکہ اس کی ایک مضبوط بنیاد ہے۔ نیز استخارہ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان فرشتہ کی صفت کو اختیار کرتا ہے کیونکہ استخارہ کرنے والا اپنی ذاتی رائے سے نکل جاتا ہے اور اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے۔

استخارہ کا مسنون طریقہ

استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی پہلے دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے۔ اس میں نیت یہ کرے کہ میرے سامنے جو دو راستے ہیں ان میں سے جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرما دیں۔ نماز کے بعد استخارہ کی مندرجہ ذیل دعا پڑھے جو کہ نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْتَخِيْرُکَ بِعِلْمِکَ وَأَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَأَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِيْمِ فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلاَّمُ الْغُيُوْبِ . اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِیْ بِهٖ))(۱)

"یا اللہ! میں آپ کے علم سے استخارہ کرتا ہوں اور آپ کی قدرت سے طاقت چاہتا ہوں اور آپ کے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ آپ

---

(۱) صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی (1096)، سنن الترمذی، كتاب الصلاة (442)، سنن النسائی، كتاب النكاح (3201)، سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة (1315)، سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها (1373)، مسند أحمد، باقی مسند المكثرين (13180)

قدرت رکھتے ہیں میں قدرت نہیں رکھتا، آپ علم رکھتے ہیں میں علم نہیں رکھتا، بے شک آپ ہی غیب کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں، یا اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے بہتر ہے، میرے دین کے اعتبار سے بھی، میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے بھی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے بھی تو اسے میرے لئے مقدر فرمادیجئے، اسے میرے لئے آسان کردیجئے، اور اس میں مجھے برکت عطا فرمائیے، اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے برا ہے، میرے دین کے اعتبار سے اور میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور میرے انجام کار کے لحاظ سے تو اسے مجھ سے دور کردیجئے اور مجھے اس سے دور کردیجئے، اور میرے لئے جہاں بھی بہتری ہو اس کو مقدر فرمادیجئے، اور اس پر مجھے راضی کردیجئے"

اور جب **هذا الامر** پر پہنچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے تو اس کے پڑھتے وقت اس کام کا دھیان کرلے جس کے لئے استخارہ کرنا چاہتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"المسموع من المشايخ أنه ينبغي أن ينام على طهارة مستقبل القبلة بعد قراءة الدعاء"(۱)

"مشائخ سے یہ بھی منقول ہے کہ استخارہ کے مذکورہ بالا طریقہ پر عمل کرنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ آدمی پاک وصاف بستر پر قبلہ کی طرف منہ کرکے باوضو سوجائے"

جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات دل میں مضبوطی سے آئے اسی پر عمل کرلے۔

مختصر استخارہ

اگر کسی کام میں جلدی ہو اور اتنا وقت نہ ہو کہ سات یوم میں استخارہ کیا جائے تو ایک ہی

---

(۱) ردالمحتار(718/1)

دن میں سات مختلف اوقات میں بھی استخارہ کے نوافل ادا کر کے استخارہ کیا جاسکتا ہے۔

اگر استخارہ کے لئے طویل دعا یاد نہ ہو سکے یا نہ پڑھ سکے تو یہ مختصر سی دعا گیارہ مرتبہ پڑھ لے:

((اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ))(۱)

''اے اللہ! میرے لئے خیر فرما اور میرے لئے بہتر صورت اختیار فرما''

اور اگر کسی کام میں اتنی بھی فراغت نہ ہو اور جلدی فیصلہ کرنا ہو تو پھر مندجہ ذیل دعاؤں کو کثرت سے پڑھنا چاہئے۔

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ))

''یا اللہ! مجھے ہدایت دیجئے اور سیدھے راستے پر کردیجئے''

((اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ))

''یا اللہ! میرے دل میں وہ بات ڈالئے جس میں میرے لئے بہتری ہو''

ان دعاؤں میں سے جو دعا یاد آجائے اس کو اسی وقت پڑھ لے۔ اگر عربی دعا یاد نہ آئے تو اردو ہی میں دعا مانگ لینی چاہئے کہ ''یا اللہ! مجھے یہ کشمکش پیش آگئی ہے آپ مجھے صحیح راستہ دکھا دیجئے۔ اگر زبان سے کہنا ممکن نہ ہو تو دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے عرض کردیجئے کہ یا اللہ! یہ مشکل اور پریشانی آگئی ہے آپ صحیح راستہ دل میں ڈال دیجئے۔ جو راستہ آپ کی رضا کے مطابق ہو اور جس میں میرے لئے خیر ہو''

☆☆☆

---

(۱) کنز العمال، رقم الحدیث: 18053، کتاب الأذکار للنووی، ص: 123

مونچھیں نہ تراشنے والا
ہم میں سے نہیں

سیدنا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَأْخُذْ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا))(۱)

''جس نے اپنی مونچھوں کو نہ تراشا وہ ہم میں سے نہیں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا بات کی مخالفت بہت بڑا گناہ ہے چہ جائے کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرے اور حقیقت میں خوبصورتی، صحت اور عزت اسی کام میں ہے جس کے کرنے کا حکم اللہ اور اس کے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہو۔

انسانی فطرت سے متعلق دس باتیں

مونچھوں کا نہ تراشنا فطرت دین کے بھی خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية والسواک واستنشاق الماء وقص الأظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانة وانتقاص الماء، قال زكريا قال مصعب

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فی قص الشارب(2685)، سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب قص الشارب (13)، مسند أحمد، أول مسند الكوفيين(18462)

ونسيت العاشرة الا أن تكون المضمضة))(۱)

''دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں (جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے) مونچھیں تراشنا، داڑھی کو بڑھانا، مسواک کرنا، ناک کو پانی کے ذریعہ صاف کرنا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے پورے اور جوڑ دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیرناف بال صاف کرنا، پانی کے ساتھ استنجاء کرنا۔ (اس حدیث کے ایک راوی) زکریا کہتے ہیں کہ (میرے استاذ) مصعب نے فرمایا تھا کہ دسویں خصلت میں بھول گیا البتہ میرا خیال یہ ہے کہ وہ کلی کرنا ہوگی''

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں اپنے خاص حکیمانہ طرز پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے چند سطریں لکھی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

''یہ دس عملی باتیں جو دراصل طہارت ونظافت کے باب سے تعلق رکھتی ہیں، ملت حنفیہ کے مؤسس اور مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں اور ابراہیمی طریقہ پر چلنے والی حنفی امتوں میں عام طور سے ان کا رواج رہا ہے، اور ان پر ان کا عقیدہ بھی رہا ہے۔ قرن ہا قرن تک وہ ان اعمال کی پابندی کرتے ہوئے جیتے اور مرتے رہے ہیں۔ اسی لئے ان کو فطرت کہا گیا ہے۔ اور یہ ملت حنفی کے شعائر ہیں اور ہر ملت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے کچھ مقرر ومعلوم شعائر ہوں اور وہ ایسے علانیہ ہوں جن سے اس ملت والوں کو پہچانا جاسکے اور ان میں کوتاہی کرنے پر ان سے مواخذہ کیا جاسکے

---

۱) صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة(384)، سنن الترمذی، کتاب الأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم(2681)، سنن النسائی، کتاب الزينة(4954)، سنن أبی داؤد، کتاب الطهارة(49)، سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة وسننها(289)، مسند أحمد، باقی مسند الأنصار(23909)

تا کہ اس ملت کی فرماں برداری اور نافرمانی احساس اور مشاہدہ کی گرفت میں آسکے اور یہ بھی قرین حکمت ہے کہ شعائر ایسی چیزیں ہوں تو جو نادر الوقوع نہ ہوں، اور ان میں معتد بہ فوائد ہوں اور لوگوں کے ذہن ان کو پوری طرح قبول کریں اور ان دس چیزوں میں یہ باتیں موجود ہیں''

بعض اکابر علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ اصول معلوم ہوگیا کہ جسم کی صفائی، اپنی ہیئت اور صورت کی درستگی اور ہر ایسی چیز کا ازالہ اور اس سے اجتناب جس سے گھن آئے اور کراہیت پیدا ہو احکام فطرت میں سے ہے، اور طریقۂ انبیاء علیہم السلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صورت کی تحسین کو اپنا خاص انعام اور احسان بتلایا ہے۔

داڑھی بڑھاؤ، مونچھیں کٹواؤ

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب))(۱)

''مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ قُصُّوْا سِبَالَكُمْ وَ وَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَخَالِفُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ))(۲)

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار(5442)، صحيح مسلم، كتاب الطهارة(380)، سنن الترمذي، كتاب الأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم(2687)، سنن النسائي، كتاب الطهارة(12)، سنن أبي داؤد، كتاب الترجل(3667)، مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة(4425)

(۲) مسند أحمد، باقي مسند الأنصار(21252)

''اے اللہ کے رسول ﷺ یہود نصاریٰ داڑھیوں کو کاٹتے اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم مونچھیں کاٹو اور داڑھی کو بڑھاؤ، یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو''

مذکورہ احادیث سے واضح ہوا کہ داڑھی بڑھانا، مونچھیں کٹوانا یہ فطرت ہے اور جو شخص اس کے الٹ عمل کرتا ہے گویا وہ فطرت کو بدلتا ہے جو بہت بڑا جرم اور سنگین گناہ ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کئی بار صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں تراشو اور یہود ونصاریٰ سمیت مشرکوں کی مخالفت کرو۔ اب جو شخص مونچھیں بڑھائے، داڑھی کٹوائے، فطرت اسلام، آپ ﷺ کے حکم اور سنت کی مخالفت کرتے ہوئے یہود ونصاریٰ اور مشرکوں کی موافقت کرے کیا وہ اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب کا مستحق نہیں؟

یقیناً ہے اور ایسے باغی اور نافرمان پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور اس کا عذاب ضرور آئے گا یہی قرآن کہتا ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾(۱)

''جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم (طریقے اور سنت) کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسا کرنے سے باز آجائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ حکم رسول کی مخالفت کی وجہ سے ان پر کوئی آزمائش یا دردناک عذاب نازل ہو جائے''

مونچھیں بڑھانے والے شخص سے رسول اللہ ﷺ نے شدید نفرت کا اظہار کیا ہے۔ اور اگر اب کوئی ساتھ ہی داڑھی بھی منڈوا دے تو ایسا شخص اسلام میں بہت بڑا مجرم ہے اور شاید اس کی پکڑ کے لئے یہی گناہ کافی ہو کہ اس نے دنیا کی خاطر اللہ کے آخری محبوب پیغمبر ﷺ کی مخالفت کی۔

---

(۱) النور:63

بڑھی ہوئی مونچھوں کا نقصان

مونچھوں کو بڑھانے اور لمبا رکھنے میں کھلا ہوا ضرر یہ ہے کہ منہ تک بڑھی ہوئی مونچھوں میں کھانے پینے کی چیزیں لگ جاتی ہیں، اور ناک سے خارج ہونے والی رطوبت کا راستہ بھی وہی ہے اس لئے صفائی و پاکیزگی کا تقاضا یہی ہے کہ مونچھیں زیادہ بڑی نہ ہونے پائیں، اس واسطے مونچھوں کے ترشوانے کا حکم دیا گیا ہے۔

مونچھوں کتروانے کا مسنون طریقہ

مونچھیں کتروانے میں سنت یہ ہے کہ قینچی وغیرہ سے اس قدر باریک ترشوائی جائیں کہ کھال نظر آنے لگے، استرے سے مونچھیں بالکل صاف کرنے کو بعض علماء نے بدعت اور مکروہ کہا ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی مونچھیں اس قدر کترواتے تھے کہ کھال کی سفیدی دکھائی دینے لگتی تھی اور داڑھی اور مونچھوں کے درمیان کے بالوں کو بھی کترواتے تھے۔(۲)

مونچھیں کتنی مدت میں تراشنی چاہیئے؟

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ مونچھیں ترشوانے، ناخن لینے اور بغل اور زیر ناف کی صفائی کے سلسلے میں ہمارے لئے چالیس دن کی حد مقرر کی گئی ہے کہ ان سے زیادہ نہ چھوڑیں۔(۳)

بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ مونچھیں تراشنے، ناخن لینے اور زیر ناف کی صفائی کا اہتمام کیا جائے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو نماز جمعہ کے لئے نکلنے سے پہلے اپنے ناخن تراشتے اور مونچھیں کترتے تھے۔(۴)

---

(۱) فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات(446/2)

(۲) شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الكراهية، باب حلق الشارب(368/2)

(۳) صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة(258)

(۴) أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة(230/14)

مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتیں اور عورتوں کی مشابہت کرنے والے مرد ہم میں سے نہیں

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ ، وَلاَ مَنْ تَشَبَّهَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ))(۱)

''مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت اور عورتوں کی مشابہت کرنے والا مرد یہ دونوں ہم میں سے نہیں''

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلاَثَةٌ لا ينظر الله عز وجل اليهم يوم القيامة العاقُّ لِوَالِدَيْهِ والمرأة المترجلة والديوث))(۲)

''تین طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا، ماں باپ کا نافرمان، مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت، بے غیرت''

مسند احمد میں اس روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

((ثلاث لا يدخلون الجنة ولا ينظر الله اليهم يوم القيامة العاق لوالديه والمرأة المترجلة المتشبهة

---

(۱) مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص، رقم: 6580

(۲) سنن النسائی، كتاب الزكاة، باب المنان بما أعطى، رقم: 2575

بالرجال والديوث))(۱)

''تین طرح کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ انہیں رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا، والدین کا نافرمان، مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت اور بے غیرت''

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأةِ وَالْمرأةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ))(۲)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا لباس پہننے والے مرد اور مرد کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال))(۳)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں (یعنی ان کی شکل، ہیئت، ان کا سا لباس اور ان کا انداز اپنائیں) اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں''

---

(۱) مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة(5904)

(۲) سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب فی لباس النساء(3575)، مسند أحمد، باقی مسند المكثرين(7958)

(۳) صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال (5435)، سنن الترمذی، كتاب الأدب(2708)، سنن أبی داؤد، كتاب اللباس (3574)، سنن ابن ماجه، كتاب النكاح(1894)، مسند أحمد، من مسند بنی هاشم(1878)، سنن الدارمی، كتاب الاستئذان(2585)

مخالف جنس کی مشابہت کا معنی

مخالف جنس کی مشابہت کا معنی یہ ہے کہ لباس وزینت کی جو چیزیں عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، مردوں کو وہ نہیں اختیار کرنی چاہئیں، اس طرح جو ہیئت اور وضع قطع مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا عورتوں کے لئے اختیار کرنا درست نہیں، گفتگو اور چال کا بھی یہی حکم ہے، ہاں اگر کسی کی خلقت ہی میں اس طرح کی مشابہت ہے تو چونکہ وہ غیر اختیاری ہے اس لئے وہ اس وعید میں داخل نہیں۔(۱)

وضع قطع اور لباس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ بھی ہدایات دیں کہ مرد خاص عورتوں والا لباس پہن کر نسوانی صورت نہ بنائیں اور عورتیں مردوں والے مخصوص کپڑے پہن کر اپنی نسوانی فطرت پر ظلم نہ کریں۔

سونے کی انگوٹھی، دوزخ کا انگارہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے اس کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی خواہش سے دوزخ کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے (یعنی مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی گویا دوزخ کی آگ ہے جو اس نے شوق سے ہاتھ میں پہن رکھی ہے) پھر جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے تو کسی نے ان صاحب سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور کسی طرح اپنے کام میں لے آؤ (مثلاً فروخت کردو یا گھر کی خواتین میں سے کسی کو دے دو) ان صاحب نے کہا ''اللہ کی قسم! جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو پھینک دیا ہے تو اب میں اس کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا''(۲)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں:

''ان صاحب کا یہ کہنا کہ ''جس چیز کو حضور ﷺ نے پھینک دیا ہے

---

(۱) فتح الباری (408/10)، عمدۃ القاری (41/22)

(۲) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحرم خاتم الذهب على الرجال...... رقم: 3897

میں اسے کبھی نہ اٹھاؤں گا'' (باوجود اس کے کہ ان کے لئے کسی اور طرح اس کا استعمال جائز تھا) اس سے نبی کریم ﷺ کے حکم کی تابعداری اور آپ کے منع کردہ عمل سے اجتناب کا جذبہ معلوم ہوتا ہے، انہوں نے کمزور تاویلات کے ذریعہ رخصت تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ مضبوطی کے ساتھ آقا کے حکم پر جم گئے''(۱)

اس حدیث سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر مناسب اور مفید سمجھا جائے تو اپنے سے متعلق لوگوں کے ساتھ اصلاح کا یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ ان کے پاس جو چیز شریعت کے خلاف ہو اسے ان سے جدا کر دیا جائے۔

مرد و عورت کا حقیقی حسن

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو خوبصورت پیدا فرمایا ہے جس طرح مرد کو اس کی ذمہ داری اور منصب کے مطابق بہت ہی دلکش قد کاٹھ عطا کیا، اسی طرح عورت کی فطرت و نزاکت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے نرم و نازک لطیف وجود سے نوازا۔ غرض کہ مرد و زن کا جسمانی اعتبار سے جو فرق ہے وہ انتہائی مناسب اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جس طرح مردوں کا طبقہ اپنی غرض و غایت کے لحاظ سے ایک مخصوص طبقہ ہے اسی طرح عورتوں کا طبقہ بھی اپنی خلقت کی مخصوص غرض و غایت رکھتا ہے اس لئے قدرتی طور پر مرد و زن میں باہمی ظاہری تمیز ہونی چاہئے۔ شریعت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ عورتیں مردوں کے ساتھ یا مرد عورتوں کے ساتھ لباس میں تشبیہ کریں''()

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحرم خاتم الذهب علی الرجال...... رقم: 3897

() التشبیه فی الاسلام، ص:230

مردوں کے لئے سونے کا استعمال، بدترین گناہ

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے مردوں کے لئے سونے کے استعمال کو بدترین گناہوں میں شمار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''مرد کا ریشم پہننا اور سونا استعمال کرنا بھی ان گناہوں میں سے ہے جو سرکشی اور عناد کے مشابہ ہیں، خصوصاً بوڑھے مرد کا زینت کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا کیونکہ یہ ایک بے لذت کام ہے اور بدترین گناہ ہے''(۱)

فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے کہ لوہے اور پیتل کی انگوٹھی وغیرہ پہننا مکروہ ہے اور مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔(۲)

جسمانی خدوخال کے ساتھ ساتھ مردو خواتین کی ظاہری وضع قطع، لباس، چال ڈھال اور رہن سہن میں بھی دین اسلام نے بہت زیادہ فرق کیا ہے۔

اسلام نے عورت کے لئے لباس اور وضع قطع میں جو ترتیب مقرر کی ہے اس میں لمبی چادر، برقع، تیز رنگت والی انتہائی ہلکی خوشبو، سونے کے زیور، ریشم کے ملبوسات پہننا اور گلی یا سڑک پر ایک طرف چلنا وغیرہ شامل ہیں۔

اسی طرح مرد کے لئے سفید یا کوئی اور سادہ لباس، سر پر ٹوپی یا پگڑی، ہلکی رنگت والی تیز خوشبو، منہ پر نورانی داڑھی وغیرہ شامل ہیں۔

واضح رہے کہ مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا چاروں اماموں کے نزدیک حرام ہے۔

اس ساری تفصیل کے پیش نظر ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ ہم معمولی سے معمولی مشابہت سے بھی گریز کریں اور جسمانی خدوخال کے ساتھ ساتھ ظاہری وضع قطع، لباس اور بول چال میں شریعت نے جو فرق رکھا ہے، اسے ملحوظ خاطر رکھیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو فحاشی اور بے حیائی کی دلدل سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

---

(۱) صید الخاطر (83/2)

(۲) مظاہر حق (200/4)

جو تقدیر کا انکار کرے
ہم میں سے نہیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((یا بنی! انک لن تجد طعم حقیقة الایمان حتی تعلم أن ما أصابک لم یکن لیخطئک وما أخطأک لم یکن لیصیبک سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ان الله أول ماخلق الله القلم فقال له أکتب قال رب وماذا أکتب قال أکتب مقادیر کل شیء حتی تقوم الساعة، یا بنی! انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من مات علی غیر هذا فلیس منی))(۱)

''اے میرے بیٹے! تم اس وقت ایمان کے ذائقہ کو نہیں چکھ سکتے جب تک تم دل میں اس بات کو نہ بٹھالو کہ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تم سے چوک نہیں سکتی اور جو مصیبت تمہارے مقدر میں نہیں لکھی گئی وہ تمہیں کبھی پہنچ نہیں سکتی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا ''لکھو'' اس نے کہا ''اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر کو لکھو''

---

(۱) سنن أبی داود، کتاب السنة، باب فی القدر (4078)، سنن الترمذی، کتاب القدر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم (2081)

(حضرت عبادہ فرماتے ہیں) اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''جو شخص اس عقیدہ کے بغیر دنیا سے گیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''

تقدیر کی حقیقت

''قدر'' کا لغوی معنی ہے ''اندازہ لگانا'' اصطلاح شریعت میں تقدیر کے معنیٰ یہ ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے طے کردہ امور کو دل سے تسلیم کرنا اور اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ تمام حالات اللہ کی طرف سے ہیں''

تقدیر کے بارے میں بہت سے لوگ گمراہی کا شکار ہیں بعض تو تقدیر کا بالکل انکار کرتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے اور مکمل طور پر خود مختار ہے، ان لوگوں کو قدریہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ تقدیر کا انکار کرتے ہیں، دوسرا انتہاء پسند فرقہ جبریہ ہے یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ انسان مجبور محض ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے سامنے مجبور ہے، جو کچھ اس کے بارے میں طے ہو چکا ہے یہ اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا، ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اہل سنت والجماعت کا مسلک ہیں یعنی انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ ہی مختار مطلق، بلکہ حقیقت ان دو انتہاؤں کے درمیان ہے یعنی انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور انسان اپنے اختیار اور کسب سے افعال کو انجام دیتا ہے تو گویا کہ انسان ''کاسب'' ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

اس حقیقت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح واضح فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''مجھے تقدیر کا مسئلہ سمجھا دیجئے'' آپ نے فرمایا'' ایک پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ'' اس نے حکم کی تعمیل کی پھر فرمایا کہ ''اب اپنا دوسرا پاؤں بھی کھڑا کرو'' اس نے عرض کیا کہ ''میں ایسا کرنے پر قادر نہیں'' فرمایا ''یہی تقدیر ہے'' یعنی انسان اتنا مختار ہے اور اتنا مجبور ہے''(۱)

(۱) درس ابن ماجہ، ص:139

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوگا تو اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ تو ہو کر رہے گا لیکن اسے (اس پر راضی ہونے کی وجہ سے) اجر ملے گا اور جو اس پر راضی نہ ہوگا تو بھی اللہ کا فیصلہ ہو کر رہے گا لیکن اس کے نیک عمل ضائع ہو جائیں گے''(۱)

مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م:1961ء) فرماتے ہیں:

''تقدیر علم الٰہی کو کہتے ہیں حکم الٰہی کو نہیں کہتے، علم الٰہی اور ہے اور حکم الٰہی اور ہے''

اپنی کوتاہیوں پر تقدیر کا پردہ ڈالنا درست نہیں

بعض لوگ اپنی کمزوریوں اور خامیوں کا بوجھ تقدیر پر ڈال دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک صریح غلطی اور جہالت کی علامت ہے کیونکہ ایسی سوچ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان تقدیر کی حقیقت سے ناواقف ہو، ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں اس عمل کا فیصلہ فرما دیا تھا لہٰذا ہم نے اسے کرنا ہی تھا، اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے اختیار سے یہ عمل کرنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا اس لئے ہم سے یہ عمل سرزد ہوا، قاعدہ یہ ہے کہ معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا بلکہ علم معلوم کے تابع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بات اور ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں:

1- تقدیر مبرم: تقدیر مبرم سے مراد اللہ تعالیٰ کے ایسے قطعی فیصلے ہیں جن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی اور یہ لوح محفوظ میں مقرر ہیں۔

2- تقدیر معلق: تقدیر معلق سے مراد وہ تقدیر جو شب براءت میں فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہے اور اس میں تبدیلی کا احتمال ہوتا ہے۔ انسان کے اچھے برے اعمال اس تقدیر کو بدل سکتے ہیں۔(۲)

---

(۱) کنز العمال (145 2/)

(۲) درس ابن ماجہ، ص:139

رضا برقضا، معرفت کا ثمرہ ہے

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تقدیری فیصلوں پر رضا معرفت کا ثمرہ ہے، جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی تو اس کے فیصلوں پر راضی بھی رہو گے، کیونکہ قضا کے ضمن میں بہت سی تلخیاں پیش آتی ہیں جن کا مزہ راضی برضا محسوس کرتا ہے، لیکن عارف کے نزدیک معرفت کی حلاوت کی وجہ سے وہ تلخیاں کم ہو جاتی ہیں کیونکہ معرفت محبت کی طرف لے جاتی ہے جس سے تقدیر کی تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

عذابه فيك عذب
وبعده فيك قرب
وأنت عندي كروحي
بل أنت منها أحب
حسبي من الحب أني
لما تحب أحب

''آپ کے بارے میں اس کی سزائیں شیریں معلوم ہوتی ہیں اور آپ کے لئے اس کی دوری قربت کا سبب ہے۔ آپ میرے نزدیک میری روح کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ میرے لئے محبت کا اتنا درجہ کافی ہے کہ جسے آپ پسند کریں میں بھی اسے پسند کروں''(۱)

☆☆☆

(۱) صید الخاطر (مترجم)(136/2)

جس نے بدلے کے ڈر سے سانپ نہ مارا وہ ہم میں سے نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من ترک الحیات مخافة طلبھن فلیس منا ما سالمناھن منذ حاربناھن))(۱)

''جس نے سانپوں کو ان کے انتقام کے خوف سے چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں، ہم نے جب سے ان سے دشمنی کی ہے اس کے بعد ان سے صلح نہیں کی''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو یوں نقل کیا ہے:

((اقتلوا الحیات کلھا فمن خاف ثأرھن فلیس منی))(۲)

''تمام سانپوں کو قتل کرو، جس نے ان کے انتقام کے ڈر سے انہیں چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں''

سانپوں کے انتقام کا معنی

ان احادیث کا معنی محدثین یہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کہا کرتے تھے کہ سانپوں کو قتل نہ کرو کیونکہ اگر تم اسے مارو گے تو اس کا جوڑی دار آ کر بطور انتقام

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی قتل الحیات(4570)، مسند أحمد، ومن مسند بنی هاشم(1933)

(۲) سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی قتل الحیات(4570)، سنن النسائی، کتاب الجهاد، من خان غازیا فی أهله(3142)

کے تمہیں ضرور ڈسے گا۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے اس اعتقاد اور قول سے منع فرمایا۔(۱)

حدیث کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس خیال سے سانپ کو مارنے سے احتراز کرے کہ یہ جن ہے جو سانپ کی شکل میں نمودار ہوا ہے، اگر اس کو ماروں گا تو دوسرے جن مجھ سے انتقام لیں گے، اس خیال سے سانپ کو زندہ چھوڑنا مناسب نہیں، البتہ اگر کوئی ایسی علامت ظاہر ہو جس سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ واقعی جن ہے سانپ نہیں ہے تو پھر اسے زندہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیوۃ الحیوان'' میں ذکر کیا ہے کہ اگر گھر میں سانپ آجائے تو اسے مارنے سے پہلے اسے تین دن کی مہلت دینی چاہئے۔ مہلت دینے کے لئے اسے یہ الفاظ کہے جائیں:

''میں تمہیں اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو تمہیں سے حضرت نوح اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے دیا تھا کہ تم ظاہر نہیں ہو گے اور ہمیں تکلیف نہیں پہنچاؤ گے''

اگر یہ جن ہوگا تو خود ہی چلا جائے گا۔(۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اقتلوا الحيات كلها الا الجان الأبيض الذى كأنه قضيب فضة))(۳)

''تمام سانپوں کو قتل کرو لیکن سفید اژدھے کو چھوڑ دو جو چاندی کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے''

محدثین کا کہنا ہے کہ یہ سانپ بے ضرر ہے اس لئے اسے نہ مارنے کی گنجائش دی گئی۔

---

(۱) عون المعبود شرح سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب فی قتل الحیات(4569)

(۲) حیوۃ الحیوان(2/)، عون المعبود شرح سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب فی قتل الحیات(4569)

(۳) سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب فی قتل الحیات(4577)

شاہ اہل اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انوکھا واقعہ

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا:

''حضرت شاہ اہل اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے) اپنے حجرے میں بیٹھے تھے کہ ایک سپاہی آیا کہ آپ کو بادشاہ سلامت نے بلایا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً اٹھے اور اس سپاہی کے ساتھ چل دیئے، وہ سپاہی بجائے لال قلعہ جانے کے دہلی سے باہر پہاڑ گنج کی طرف لے گیا۔ وہاں جا کر ایک غار کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ اس غار میں داخل ہو۔ جب شاہ صاحب اس غار میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنات کا ایک بہت بڑا مجمع ہے اور جنات کا بادشاہ بیٹھا ہے اور اس کے دائیں جانب ایک بہت بڑا جن بیٹھا ہے اور بادشاہ کے سامنے ایک مردہ لٹایا ہوا ہے اور ایک مرد اور ایک عورت وہاں کھڑے ہیں انہوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس آدمی نے ہمارے بیٹے کو قتل کر دیا ہے ہمیں قصاص دلوانا چاہئے۔ حضرت شاہ اہل اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قصاص نہیں لے سکتے۔ بادشاہ نے اس جن سے جو اس کے دائیں جانب بیٹھا تھا پوچھا کہ کیا یہ حدیث ہے تو اس نے کہا ''ہاں یہ حدیث ہی ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی تو میں اس وقت دربار میں حاضر تھا۔ میں نے اپنے کانوں سے اس حدیث شریف کو سنا ہے'' حضرت شاہ اہل اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے یہ حدیث سن کر مجھے رہا کر دیا اور مجھ سے قصاص نہیں لیا۔ مجھ کو اپنے رہا ہونے کی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی مجھے اس صحابی جن کو دیکھنے کی ہوئی۔ شاہ اہل اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان صحابی جن سے وہی حدیث سنی اور تابعی ہو کر واپس آئے، اس جن کا نام ''شاہورش'' تھا۔ (۱)

کہا جاتا ہے کہ شاہ اہل اللہ صاحب نے اس جن کو سانپ کی میں شکل مار ڈالا تھا۔

انسان اور سانپ کی دشمنی

اس حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی وارد ہوا ہے:

---

(۱) ملفوظات محدث کشمیریؒ، ص: ۳۸۵

((ما سالمناهن منذ حاربناهن))(۱)

''جب سے ہم نے ان سے دشمنی کی ہے اس کے بعد صلح نہیں کی''

اس جملہ حدیث کی شرح میں علامہ عبدالحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انسان اور سانپوں کی باہمی عداوت اور دشمنی جبلی اور فطری ہے ان میں سے ہر ایک کی فطرت میں یہ خمیر رکھا گیا کہ دونوں ایک دوسرے کو مارنے کے درپے رہتے ہیں۔ بعض حضرات نے عداوت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جب ابلیس نے جنت میں جانے کی کوشش کی اور جنت کے دربانوں نے اسے روک دیا تو سانپ نے اسے اپنے منہ میں بٹھا کر جنت میں داخل کر دیا تھا۔ پھر شیطان نے حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا، انہوں نے شجر ممنوعہ کو کھایا اور انہیں جنت سے نکال دیا گیا''(۲)

مخلوقات الٰہیہ کی حکمت

یہ عالم رنگ نور خدائے وحدہ لاشریک لہ کی بے پناہ عنایات کا مظہر ہے۔ اس کے ذرے ذرے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت عیاں ہو رہی ہے۔ اس نے اپنی حکمت اور قدرت کے تحت بے شمار مخلوقات کو پیدا فرمایا، ہر مخلوق کی تخلیق میں اس کی قدرت کی نشانیاں اور بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، بعض درندے اور حیوان بظاہر انسان کے سخت دشمن ہوتے ہیں ان کے ڈسنے اور کاٹنے سے انسان کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود انہی حیوانات کی ادویات انسان کے لئے کئی امراض میں از حد مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ جب سانپ کو مارنے ہی کا حکم ہے تو اس کی تخلیق کس مقصد کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں کیا۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في قتل الحيات(4570)، مسند أحمد، ومن مسند بني هاشم(1933)

(۲) عون المعبود شرح سنن أبي داؤد: كتاب الأدب، باب في قتل الحيات(4568)

اگر کوئی چیز بظاہر نقصان دہ نظر آتی ہے تو اس میں ایسے منافع پوشیدہ ہوتے ہیں جو انسان کی آنکھوں سے بغرض امتحان اوجھل رکھے جاتے ہیں۔

جان ولیم کلاٹس نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ جب آسٹریلیا کا براعظم نیا نیا دریافت ہوا اور یورپ کے بہت سے لوگ وہاں جا جا کر آباد ہونے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ اس براعظم میں خرگوش بالکل نہیں ہیں، یہ لوگ یورپ میں خرگوش کے شکار کے عادی تھے اور انہیں اس شکار میں لطف آتا تھا، آسٹریلیا میں اس کی یاد ستانے لگی، انہیں لوگوں میں ایک شخص تھامس آسٹن تھا، ان سے 1859ء میں آسٹریلیا کی فضا خوشگوار بنانے کی کوشش کی اور یورپ سے خرگوش کے تقریباً بارہ جوڑے منگوا کر وہاں چھوڑ دیئے۔

لیکن قدرت کی حکمتوں کا احاطہ کون کرے؟ ہوا یہ کہ یورپ میں تو خرگوشوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی مخلوقات بھی پائی جاتی ہیں جو ان کی طبعی دشمن ہیں۔ اس کی وجہ سے وہاں خرگوش کی نسل میں اعتدال اور توازن برقرار رہتا ہے مگر آسٹریلیا اس کے ان طبعی دشمنوں سے خالی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان بارہ جوڑوں سے خرگوش کی نسل بڑھنی شروع ہوئی تو اس کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا آسٹریلیا خرگوشوں سے بھر گیا، اور یہ بے مہار مخلوق کھیتوں میں گھستی تو کھیت ویران کر دیتی، چراگاہوں میں پہنچتی تو چراگاہیں اجاڑ دیتی، غرض وہ جانور جسے آسٹریلیا کی طبعی فضا خوشگوار بنانے کے لئے باقاعدہ درآمد کیا گیا تھا، سارے براعظم کے لئے عذاب جان بن گیا۔ اب اس مشکل پر قابو پانے کی کوششیں شروع ہوئیں، کوئنزلا کے علاقے میں باقاعدہ سات سو میل لمبی فصیلیں اس غرض کے لئے تعمیر کی گئیں کہ خرگوش آبادیوں میں نہ پہنچ سکیں لیکن یہ کوشش بھی ناکام ہوئی اور خرگوش ان فصیلوں کو پھاند پھاند کر اندر آنے لگے پھر ایک زہریلی غذا کو کام میں لا کر یہ روز افزوں نسل گھٹانے کی کوشش کی گئی مگر اس کا نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا۔(۱)

اس آئینے میں سبھی عکس ہیں تیرے

مذکورہ مضمون نگار نے ہی لکھا ہے کہ پھول کی ایک خاص قسم جس کا نام ہے

(۱) تراشے، ص:58 بحوالہ اللہ یتجلی فی عصر العلم، ص: 51

(jack in the pulpoint) اس پودے میں پھولوں کے گچھے دوطرح کے ہوتے ہیں نر اور مادہ۔اس پودے میں چھوٹے چھوٹے پیالوں کی طرح کچھ نباتاتی حلقے ہوتے ہیں اور انہی حلقوں کے اندر پھول نشو ونما پا کر باہر آتے ہیں، دوسرے پودوں کی طرح ان میں بھی پھولوں کی نشو ونما نر اور مادہ کے ملاپ سے ہوتی ہے،لیکن ان پودوں میں ملاپ کا عجیب وغریب طریقہ مقرر ہے۔نر اور مادہ یہاں براہ راست نہیں ملتے بلکہ یہ ملاپ بہت چھوٹی مکھی کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ پودے کے نباتاتی حلقے اوپر سے کشادہ ہوتے ہیں لیکن اندر جا کر تنگ ہو جاتے ہیں، وہ چھوٹی سی مکھی نر پودے کے ان حلقوں کے اندر گھسنا چاہتی ہے،لیکن بیچ میں پہنچ کر بری طرح پھنس جاتی ہے،ایک تو آگے راستہ تنگ ہوتا ہے۔دوسرے جونہی مکھی کسی نر پودے کے حلقے میں داخل ہوتی ہے،اس حلقے کے بالائی حصے سے موم کی طرح کا ایک مادہ اندر کی طرف پھسلنا شروع ہو جاتا ہے،جس سے حلقے کی دیواریں ڈھک جاتی ہیں۔اب اس مکھی کو نہ آگے جانے کا راستہ ملتا ہے نہ پیچھے ہٹنے کا،اس لئے وہ اپنی جگہ ایک جنونی کیفیت میں چکر کاٹتی ہے اس جنونی گردش کے سبب پودے کے تناسلی ذرات اس مکھی کے جسم سے چمٹ جاتے ہیں۔اور جونہی یہ کام مکمل ہوتا ہے تو حلقے کے بالائی حصے سے مومی مادہ کا خروج خود بخود بند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اوپر کا حصہ تھوڑا تھوڑا سخت ہونے لگتا ہے،اور مکھی ذرا سا زور لگا کر باہر نکل آتی ہے۔

اس کے بعد یہی مکھی کسی مادہ پودے کے حلقے میں اسی طرح داخل ہو جاتی ہے لیکن مادہ پودے کے حلقے میں یہ خاصیت ہے کہ وہ مکھی کو گھسنے کے بعد نکلنے نہیں دیتے،مکھی اندر پہنچ کر ہمیشہ کیلئے مقید ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جاتی ہے،مرنے سے ذرا دیر پہلے وہ باہر نکلنے کی جو آخری کوشش کرتی ہے اس میں وہ نر پودے کے تناسلی ذرات مادہ پودے میں منتقل کر دیتی ہے۔اور تناسل کا عمل مکمل ہو جاتا ہے۔

یہ عجیب وغریب معاملہ ہے کہ نر پودے کا حلقہ پہلے مکھی کو داخل ہونے کا موقع دیتا ہے،پھر اسے پھانس دیتا ہے،اور اس کے بعد نکلنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔اس کے برعکس

مادہ پودا ایک بار پھانسنے کے بعد نکلنے کا موقع نہیں دیتا۔فتبارک اللہ احسن الخالقین

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مضمون نگار لکھتا ہے:

''کیا یہ سارے شواہد اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت نہیں کرتے؟ ہماری عقلوں کے لئے یہ تصور کرنا انتہائی دشوار ہے کہ یہ عجیب وغریب انتظام محض اتفاقات کا کرشمہ ہے، یہ ماننا ناگزیر ہے کہ یہ سب کچھ ایک مستحکم تدبیر اور مکمل قدرت کا نتیجہ ہے''(۱)

قتل حیوان اور شرعی نکتہ نظر

شریعت نے کچھ جانوروں کو قتل کرنے کا حکم دیا جیسے سانپ اور بچھو اور کچھ جانوروں کے قتل سے منع کیا جیسے چیونٹی اور شہد کی مکھی وغیرہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((نَهىٰ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ قَتْلِ أربَعٍ مِنَ الدَّوَابِ، اَلنَّمْلَةِ، وَالنَّحْلَةِ وَالْهُدْ هُدِ وَالصُّرَدِ))(۲)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار حیوانوں کے قتل سے منع فرمایا، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا''

محدثین لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں چار جانوروں کی تخصیص تمثیلاً ہے، اصل میں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جس جانور کا نہ کھانا مقصود ہو اور نہ وہ ایذا پہنچا رہا ہو تو اس کو قتل کرنا مناسب نہیں۔(۳)

تعلیمات شرعیہ کا مطالعہ کرنے سے قتل حیوان کے کچھ اصول سامنے آتے ہیں، اگر ان اصولوں کو سامنے رکھا جائے تو ہر جانور کے بارے بخوبی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ شریعت کی رو سے اسے مارنا بہتر ہے یا زندہ چھوڑنا، ان شرعی اصولوں کو بیان کرتے ہوئے استاذ محترم

---

(۱) تراشے،ص:69،بحوالہ اللہ یتجلی فی عصر العلم،ص: 51

(۲) سنن ابی داؤد شریف، کتاب الادب، فی قتل الذر، صحیح ابن حبان ، کتاب الحظر والاباحۃ باب قتل الحیوان

(۳) اسلام میں حیوانات کے احکام،ص:171

مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

''حیوان کا قتل جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے قتل کا مقصد مدنظر ہونا چاہیئے اگر بے مقصد قتل حیوان ہو تو وہ بالاتفاق حرام ہے اگر با مقصد قتل ہو تو پھر مقصد کو دیکھا جائے گا کہ شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق وہ مقصد صحیح ہے یا نہیں اگر مقصد صحیح ہو تو جانوروں کا قتل جائز ہے مثلاً ایذا سے بچنے کے لئے جانور قتل کرنا وغیرہ لیکن اگر وہ مقصد اسلامی احکام کے مطابق غلط ہے تو یہ قتل بھی ناجائز ہے''(۱)

☆☆☆

(۱) اسلام میں حیوانات کے احکام، ص:169

مسلمانوں پر اسلحہ اٹھانے والا ہم میں سے نہیں

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا))(۱)

''جس شخص نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں''

چاہے حملہ کرنے کے لئے اٹھائے یا دھمکانے، ڈرانے کے لئے ایسا کرے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا))(۲)

''جس نے ہم پر تلوار سونتی وہ ہم میں سے نہیں''

اور سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ رَمَانَا بِالنَّبْلِ فَلَيْسَ مِنَّا))(۳)

''جس نے ہم پر تیر چلائے وہ ہم میں سے نہیں''

---

(۱) رواه البخاری فی کتاب الدیات، باب قول الله تعالیٰ ومن أحیاها(6366)، ومسلم فی کتاب الایمان، باب قول النبی من حمل علینا السلاح فلیس منا (143)، والترمذی فی کتاب الحدود عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فیمن شهر السلاح(1379)، والنسائی فی کتاب تحریم الدم، باب من شهر سیفه ثم وضعه فی الناس(4031)، وابن ماجه فی کتاب الحدود، باب من شهر السلاح (2565)، وأحمد فی مسند المکثرین من الصحابة(4237)

(۲) رواه مسلم فی کتاب الایمان، باب قول النبی من حمل علینا السلاح فلیس منا(144)، وأحمد فی مسند المدنیین أجمعین(15903)

(۳) صحیح ابن حبان(7/449)رقم: 5578

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور ڈانٹ کیا ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص سے بیزاری اور نفرت کا اظہار فرما رہے ہیں۔

علی الاعلان اور سرعام اسلحہ لہرانا منع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''جو شخص تلوار، ہتھیار، یا اسلحہ لیکر گھر سے باہر نکلے وہ اسے چھپا کر رکھے کہیں ایسا نہ ہو کہ معمولی غفلت اور سستی کی وجہ سے مسلمانوں میں سے کسی کا نقصان ہو جائے''(۱)

اسلام میں مسلمان کے وجود اور اس کی جان کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہے، بلاوجہ کسی پر ہتھیار تو در کنار ہاتھ اٹھانا بھی حرام ہے، اسلئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''(۲)

غصہ انسانی فطرت کا حصہ، باہم مل کر رہتے ہوئے بسا اوقات کسی بات پر لڑائی جھگڑا ہو ہی جاتا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی جان کے درپے ہو جاؤ، اس پر اسلحہ کے ساتھ لیس ہو کر حملہ کرو، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے شخص کا میرے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں جو مسلمانوں پر ہتھیار اٹھائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں کہ کہیں شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ لے اور وہ (ہتھیار اشارے اشارے میں مسلمان بھائی کے جا لگے اور اس کی سزا میں وہ اشارہ کرنے والا) جہنم میں جا گرے''(۳)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب من حمل علینا السلاح(3113)

(۲) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون،(9)

(۳) صحیح البخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح فلیس منا(7072)

لوہے کی چیز سے اشارہ تک حرام ہے

خاتم المرسلین کی بات میں حکمت ودانائی کا ایک جہان ہوتا ہے، اسلحہ، تلوار یا مخصوص ہتھیار تو درکنار آپ ﷺ نے مطلقاً لوہے کے ساتھ اشارہ کرنے سے منع فرمادیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أشَارَ الٰی اخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الملائكَةَ تَلْعَنُهُ حَتّٰی وَاِنْ كَانَ أخَاهُ لابِيْهِ أو أُمِّه))(۱)

"جس نے اپنے بھائی کی طرف لوہے کی چیز سے اشارہ کیا تو فرشتے ہر حال میں اس پر لعنت کرتے ہیں خواہ وہ اس کا ماں باپ کی طرف سے سگا بھائی کیوں نہ ہو"

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے حقیقی بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کو قتل کرنے یا نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے بلکہ اس کا تعلق مذاق سے ہی ہوسکتا ہے مگر اس کے باوجود فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔اس ارشاد کا مقصد کسی مسلمان پر اشارۃً بھی ہتھیار یا لوہا اٹھانے سے سختی سے روکنا ہے۔

اس حدیث سے چار باتیں معلوم ہوئیں۔

1- مطلقاً لوہے کی چیز سے مارنا یا اشارہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ لوہے کی مار سخت اور حددرجہ نقصان دہ ہوتی ہے، چاقو، چھری، قینچی، وغیرہ بالخصوص اس میں شامل ہیں۔

2- اگر چہ بے تکلف دوست یا حقیقی سگا بھائی کیوں نہ ہو اس کی طرف بھی اس طرح کی چیز سے اشارہ کرنا حرام ہے۔

3- شغل، مذاق یا ویسے عادتاً ایسا کرنا ممنوع ہے، چہ جائے کہ عمداً اور سنجیدگی سے ایسا کیا جائے۔

4- ایسا کرنے والا شخص جہاں رسول اللہ ﷺ کی شفقت ومحبت سے محروم رہے گا وہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر لعنت کریں گے جب تک وہ ایسا کرنے سے باز

(۱) صحیح مسلم، باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم(6666)

نہیں آتا ہے۔

اسلام اور نظام سماجی تحفظ (Social Securety System)

دور جدید میں جہاں اور علوم نے ترقی حاصل کی وہی عمرانیات یعنی سوشیالوجی بھی ایک مستقل علم اور سائنس بن کر سامنے آچکا ہے اور اس پر جدید ترین تحقیقات سامنے آرہی ہیں لیکن ایک حقیقت بہر حال قابل توجہ ہے کہ خالق کائنات اللہ رب العزت جو انسانوں کا بھی خالق و مالک ہے اس ذات نے اسلامی تعلیمات کے ذریعہ انسانوں کو سماجی تحفظ حاصل کرنے کے جو بنیادی اصول عطا فرمائے وہی اصول آج بھی مکمل طور پر قابل عمل اور مسلم ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک رہیں گے۔ سماجی تحفظ سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان کو جان، مال اور عزت کا تحفظ حاصل ہو۔ اسلامی معاشرہ ایسا معاشرہ کہلائے گا جو خالص اسلامی فکر وعمل کے نظام پر قائم ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں سماجی تحفظ کا اصول امت مسلمہ کو عطا فرمایا:

> ”اے لوگو! تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس ذی الحج کے ماہ میں اس حج کے دن کی تمہارے اس شہر میں“(۱)

اسلام نے سماجی تحفظ فراہم کرنے کے لئے ہر انسان پر کچھ ذمہ داریاں لازم کردی ہیں۔ یہ ذمہ داری جو ایک انسان پر فرض ہے وہی ذمہ داری دوسرے انسان کا حق ہے گویا کہ حقوق وفرائض کی ادائیگی سماجی تحفظ کی ضمانت ہے۔

جدید دور میں انسانی زندگی وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی ہے چنانچہ ہر کام کے لئے مستقل ادارے بننے شروع ہوگئے، تعلیم کے لئے تعلیمی ادارے بن گئے۔ تفریح کے لئے

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعی من سامع(65)، صحیح مسلم، کتاب القسامة والمحاربین(3179)، سنن ابن ماجه، المقدمة(229)، مسند أحمد، أول مسند البصریین(19492)، سنن الدارمی، کتاب المناسک (1836)

تفریحی ادارے وجود میں آگئے، پھر ایک وقت آیا کہ سماجی تحفظ کے لئے سوشل سیکورٹی کے مستقل ادارے بن گئے۔ یہ سماج اور سوسائٹی کے انسانوں کے لئے یقیناً انتہائی مفید ہیں لیکن ایک قابل توجہ پہلو یہ سامنے آنے لگا کہ لوگوں نے اپنے فرائض کی فکر اب ان اداروں کے سپرد کردی۔ چنانچہ معاشرے کے انسانوں نے سماجی تحفظ کی ذمہ داری بھی اداروں کی ذمہ داری سمجھنی شروع کردی جس سے سماجی ڈھانچہ متاثر ہونے لگتا ہے اس لئے کہ انسان کے لئے سماجی تحفظ کے آغاز کو دیکھا جائے تو سب سے پہلے بچے کو اپنے ماں باپ سے سماجی تحفظ کا احساس ملتا ہے اور یہیں سے وہ یہ درس بھی لیتا ہے کہ مجھے بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے دوسرے کی جان اور اس کے مال اور اس کی عزت کی حفاظت کرنا ہے۔ اگر بچوں کو ماں باپ سے اور نوجوان کو خاندان سے سماجی تحفظ نہ ملے تو پھر نئی نسل بے راہ روی کا شکار بنتی ہے نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

لیکن اسلام چونکہ ایک مکمل ترین ضابطہ حیات ہے اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایمان والوں کو باہمی شفقت، محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح پاؤ گے اگر جسم کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو سارا جسم بیداری اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(۱)

وہ احادیث جن میں مسلمان پر اسلحہ لہرانے یا اسے ڈرانے کی ممانعت آئی ہے اسلام کی اسی سماجی تحفظ اور سوشل سیکورٹی سسٹم کا حصہ ہیں جو اسلام کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک ہے۔

اسلام اور امن عالم

حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ اسلام جو امن وسلامتی کا دین ہے اور دنیا کو امن وچین اور سکون واطمینان سے بھر دینے کے لئے آیا ہے، دنیا کے بڑے بڑے دہشت گردوں نے اپنی قوت وطاقت کے سہارے، اسے اور اس کے ماننے والوں ہی کو دہشت گرد قرار دے کر

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم(5552)، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم(4685)، مسند أحمد، أول مسند الكوفيين(17630)

ان کے خلاف عالمی میڈیا پر پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دہشت گردی کے واقعات میں بعض مسلمان بھی ملوث رہے ہیں لیکن اسلام کے معنی ہی اطاعت وسپردگی اور امن وسلامتی کے ہیں، لہٰذا مسلمان اپنے بنیادی نظریہ وعمل کے مطابق جہاں اطاعت الٰہی کا نمونہ ہیں وہاں دنیا کے لئے امن وسلامتی کے پیکر بھی ہیں۔

قرآن مجید میں اسلام کی حکومت کو امن کی حکومت قرار دیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَّعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَّمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾(۱)

”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، مستحکم اور پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں“

پیغمبر اسلام ﷺ اور امن عالم

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ نے انسانیت کے ساتھ جس محبت وشفقت اور رحمت کا درس دیا ہے وہ آپ کے حسب ذیل ارشادات سے واضح ہے:

1- ((الظلم ظلمات يوم القيامة))

ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا سبب ہوگا۔(۲)

---

(۱) النور :55

(۲) صحيح البخاری، كتاب المظالم، ظلمات يوم القيامة، رقم: 2447

2- جو کسی جاندار (انسان یا حیوان) کی شکل وصورت بگاڑے، اس پر لعنت ہے۔(۱)

3- ((لا ضرر ولا ضرار))
اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔(۲)

4- خبردار جس نے ذمی کافر پر ظلم کیا یا اسے نقصان پہنچایا، اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لیا یا اس کی کوئی تھوڑی سی چیز بھی اس کی رضا کے بغیر لی تو کل قیامت کے دن میں ایسے شخص سے جھگڑوں گا۔(۳)

5- زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔(۴)

6- ایک عورت جہنم میں گئی صرف ایک بلی کی وجہ سے، جسے اس نے باندھے رکھا، بلی کو نہ خود کھانے کے لئے کوئی چیز دی اور نہ اسے چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا یا جو چیز ملتی، اسے کھالیتی۔(۵)

امن کے لئے حضور ﷺ کی کوششیں

مذکور بالا تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو رہی ہے کہ اسلام امن وآشتی کا دین ہے۔ اسی طرح تاریخ اسلام بھی اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے صلح وسلامتی اور امن وآشتی کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے، ذیل میں اختصار کے ساتھ تاریخ اسلام کے چند شواہد پیش کئے جاتے ہیں:

حضور ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار کے

---

(۱) صحيح البخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب ما يكره من المثلة، رقم: 5515

(۲) رواه ابن ماجه فی كتاب الأحكام(2331)، ومالک فی كتاب الأقضية (1234)

(۳) سنن أبی داؤد، كتاب الخراج، باب فی تعشير أهل الذمة، رقم: 3052 وأحمد(21714)

(۴) سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب فی الرحمة، رقم: 4941

(۵) صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب اذا وقع......رقم: 3318

جارحانہ رویوں کے جواب میں تھے، مشرکین مکہ، یہود اور نصاریٰ سے آپ نے جس قدر جنگیں کیں وہ ان کی جارحانہ کاروائیوں کی وجہ سے تھیں۔ شام کے سرحدی علاقوں میں عیسائیوں کی جارحانہ کاروائیوں کے انسداد کے لئے ۸ھ میں آنحضرت ﷺ نے ایک دستہ روانہ فرمایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حارث بن عمیر کو دعوت اسلام کا خط دے کر شرحبیل بن عمر غسانی کے پاس بھیجا، اس نے آپ کے قاصد کو جب قتل کر دیا تو قتل کا بدلہ لینے کے لئے آنحضرت ﷺ نے جنگی مہم کا اعلان فرمایا۔

اسی طرح جب شام کی سرحد پر دشمنوں کی فوجوں کے جمع ہونے اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کی خبریں عام ہوگئیں تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دفاع کا اہتمام فرمایا، الغرض آنحضرت ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا دشمنوں کی جارحانہ کاروائیوں کے جواب میں تھے اور ان میں فریقین کا جانی نقصان اس قدر کم ہوا کہ اس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی جیسا کہ درج ذیل تفصیل سے واضح ہے:

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل
مسلمان	1	127	459	587
مخالف	6564	-	459	7323
میزان	6565	127	918	7910

جب کہ دوسری طرف دیگر اقوام کی لڑائیوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کروڑوں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔

مثلاً مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔

یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا، ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ''پالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے، جو عیسائیوں کے ہاتھوں

سے عیسائیوں کو ہوئی تھی۔

اکیلی سلطنت سپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا، جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔(۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امن کی کوششیں

آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی امن وسلامتی کے مشن کو جاری رکھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، وہ اس کی ایک نمایاں مثال ہے، آپ نے فرمایا:

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا:

"اما بعد! اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، حالانکہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں اور اب قرآن نازل ہو چکا ہے اور حضور ﷺ سنتیں بیان فرما چکے ہیں اور آپ ؐ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق وفجور ہے اور جو تم لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہے (اور وہ طاقت کے زور سے کمزوروں کے حق دبالیتا ہے) وہ میرے نزدیک کمزور ہے میں کمزور کو اس طاقتور سے اس کا حق دلوا کر رہوں گا اور جو تم میں سب سے زیادہ کمزور ہے (جس کے حق طاقتوروں نے دبا رکھے ہیں) وہ میرے نزدیک طاقتور ہے میں اس کے حق طاقتوروں سے ضرور لے کر دوں گا..

اے لوگو! میں تو (حضور ﷺ کا) اتباع کرنے والا ہوں اور اپنی طرف سے گھڑ کر نئی باتیں لانے والا نہیں ہوں.. اگر میں اچھے کام کروں تو آپ لوگ ان میں میری مدد کریں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو

---

(۱) رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان منصور پوری (2/221-219)

مجھے سیدھا کر دیں.. میں اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے
اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں..(۱)

اسی طرح ایک اور موقع پر امن عالم کے لئے اس لائحہ عمل کو تجویز فرماتے ہوئے منبر رسول پر اعلان فرمایا:

''اے لوگو! لوگ اسلام میں خوشی اور ناخوشی دونوں طرح داخل ہوئے ہیں لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں، اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آ گیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہ کہیں میں تمہارے بالوں اور کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں..(۲)

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ فرمائے اور ان کا حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت عمر بن العاص اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کو امیر بنایا جب یہ لشکر سوار ہو کر چلے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکروں کے امراء کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے ثنیۃ الوداع تک پیدل گئے ان امراء نے کہا ''یا خلیفۃ رسول اللہ! آپ پیدل چل رہے ہیں اور ہم سوار ہیں'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں ثواب کی نیت سے یہ چند قدم اللہ کے راستہ میں اٹھا رہا ہوں'' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو ہدایات دینے لگے اور فرمایا:

''میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں اللہ کے راستے میں جہاد کرو اور جو اللہ تعالیٰ کو نہ مانے اس سے جنگ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے ..مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا،

---

(۱) حیاۃ الصحابۃ (460/3)

(۲) حیاۃ الصحابۃ (463/3)

بدعہدی نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا، زمین میں فساد نہ پھیلانا اور جو تمہیں حکم دیا جائے اس کے خلاف نہ کرنا۔۔جب تقدیر خداوندی سے مشرک دشمن سے تمہارا سامنا ہوتو اسے تین باتوں کی دعوت دینا اگر وہ تمہاری باتیں مان لیں تو تم ان سے قبول کر لینا اور رک جانا (سب سے پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسے مان لیں تو تم ان سے اسے قبول کرلو اور ان سے (جنگ کرنے سے) رک جاؤ، پھر ان سے کہو کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر مہاجرین کے وطن منتقل ہو جائیں اگر وہ ایسا کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کو وہ تمام حقوق ملیں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اپنے وطن میں ہی رہنا پسند کریں اور مہاجرین کے وطن نہ آنا چاہیں تو انہیں بتا دینا کہ ان کے ساتھ دیہات میں رہنے والے مسلمانوں والا معاملہ ہوگا اور ان پر اللہ تعالیٰ کے وہ سب احکام لاگو ہوں گے جو تمام مؤمنوں پر اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کئے بغیر انہیں فئی اور مال غنمت میں سے کچھ نہیں ملے گا اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو اگر وہ اسے مان جائیں تو تم ان سے اسے قبول کرلو اور ان سے (جنگ کرنے سے) رک جاؤ اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے ان سے جنگ کرو، لیکن یاد رکھنا کھجور کے کسی درخت کو ضائع نہ کرنا اور نہ اسے جلانا، کسی جانور کی ٹانگیں نہ کاٹنا، نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا اور نہ (ان کی) کسی عبادت گاہ کو گرانا۔۔بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔۔دوران جنگ تم ایسے لوگوں کو بھی پاؤ گے جو خلوت خانوں میں

گوشہ نشین ہوں گے انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا کہ وہ اپنے کام میں لگے رہیں اور تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سروں میں شیطان نے اپنے گھونسلے بنا رکھے ہوں گے (یعنی وہ ہر وقت شیطانی حرکتوں میں لگے رہتے ہوں گے اور گمراہ کرنے کے شیطانی منصوبے چلاتے ہوں گے) ایسے لوگوں کی گردنیں اڑا دینا" (۱)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتد عربوں کی طرف بھیجا تو انہیں یہ ہدایات دیں:

"مرتدین کو اسلام کی دعوت دیں اور ان کو اسلام کے فائدے اور ذمہ داریاں بتائیں، ان کے دل میں ہدایت کی پوری طلب ہو.. ان مرتدین میں سے جو بھی اس دعوت کو قبول کرے گا وہ کالا ہو یا گورا اس کا اسلام قبول کرلیا جائے گا.. اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا ہے اور کفر اختیار کرتا ہے اس سے اللہ پر ایمان لانے کے لئے قتال کیا جاتا ہے لہٰذا جسے اسلام کی دعوت دی گئی اور اس نے اسلام کو قبول کرلیا اور اس نے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا تو اب اس پر کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ خود اس سے حساب لیں گے اور جو مرتد اسلام کی دعوت کو قبول نہ کرے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے قتل کردیں" (۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور امن کی کوششیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سکونت پذیر غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا معاملہ کیا، جس سے معاشرہ امن وآشتی کا ایسا گہوارہ بن گیا کہ جس کی دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

---

(۱) کنز العمال (295/2)

(۲) کنز العمال (143/3)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قیام امن کی کوششوں میں بیت المقدس کا وہ معاہدہ بہت مشہور ہے جو خود آپ کی موجودگی میں آپ ہی کے الفاظ میں لکھا گیا، علامہ طبری نے اسے یوں نقل کیا ہے:

''یہ ہے وہ امان جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر نے اہل ایلیا کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے۔ اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ ان کے احاطہ کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہیں رہیں گے، ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہریوں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکل جائے گا، اس کی جان اور مال کو امن ہے حتیٰ کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے گا اور جو ایلیا ہی میں رہنا پسند کرے تو اس کو بھی امان ہے البتہ اسے جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہیے، تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اس تحریر میں ہے، اس پر اللہ کا، اس کے رسول کے اور مومنوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ مقرر کردہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عبد الرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان اور یہ ۱۵ھ میں لکھا گیا'' (۱)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا تو ان سے فرمایا:

(۱) تاریخ الرسل والملوک (434/3)

(بصرہ والوں کو) اللہ کی طرف دعوت دینا.. جو تمہاری دعوت کو قبول کرلے تم اس سے اس کے اسلام کو قبول کرلینا اور جو (اسلام کی دعوت سے) انکار کرے تو اسے ذلیل اور چھوٹا بن کر جزیہ ادا کرنے کی دعوت دینا..اگر وہ اسے بھی نہ مانے تو پھر تلوار لے کر اس سے لڑنا اور اس کے ساتھ نرمی نہ برتنا اور جس کام کی ذمہ داری تمہیں دی گئی اس میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس بات سے بچتے رہنا کہ کہیں تمہارا نفس تمہیں تکبر کی طرف نہ لے جائے''(۱)

مسلمان مجاہدین اور امن عالم

بعض اوقات جہاد جیسے مقدس عمل کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، واضح رہے کہ جہاد ظلم وزیادتی اور فتنہ وفساد کا مقابلہ کرنے اور اسے روکنے کا نام ہے، جب کہ دہشت گردی فتنہ انگیزی اور ظالمانہ کاروائی ہے۔ جہاد حق کے دفاع اور عدل وانصاف کے قیام کا نام ہے، جب کہ دہشت گردی اور اندھا دھند قتل وغارت اور بے دریغ تباہی وبربادی مچادینے کا نام ہے۔ دہشت گردی سراسر ایک منفی طرز عمل ہے، جب کہ جہاد ایک مثبت اصول حیات ہے، جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی اور انسانیت کا تحفظ ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاد سے متعلق اسلامی تعلیمات وہدایات میں یہ سنہری اصول بھی موجود ہیں:

1- اہل قتال کو بھی آگ میں نہ جلایا جائے۔
2- کسی کو باندھ کر نہ مارا جائے۔
3- قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔
4- لاش کو بگاڑا نہ جائے۔
5- سفیر کو قتل نہ کیا جائے۔
6- بدعہدی نہ کی جائے۔
7- راہبوں اور عابدوں کو ستایا نہ جائے اور نہ ان کی عبادت گاہیں مسمار کی جائیں۔

---

(۱) تاریخ الطبری(4/150)، البدایة والنهایة(7/48)

8- کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔

9- جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

10- آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

اسلام اور قتل انسانیت

اسلام تخریب کاری، دہشت گردی یا معصوم انسانوں کے قتل و غارت کی کس طرح اجازت دے سکتا ہے کہ اس نے تو انسانیت کے احترام، تقدس اور عظمت کا یہ تصور دیا ہے کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل اور ایک انسان کی جان بچانا ساری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَن قَتَلَ نَفساً بِغَيرِ نَفسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾(۱)

"جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی، اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی"

---

(۱) المائدة:33

مصیبت میں شرعی حدود کو پھلانگنے والا ہم میں سے نہیں

صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ رونے لگے، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں تم سے براءت کا اعلان کرتا ہوں جیسا کہ حضور ﷺ نے ایسے لوگوں سے براءت کا اعلان فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لیس منا من حلق ولا خرق ولا سلق))(۱)

''مصیبت کے وقت (سر اور داڑھی کو) مونڈنے والا، گریبان کو پھاڑنے والا اور بلند آواز سے آہ وبکا کرنے والا ہم میں سے نہیں''

اس حدیث میں تین اعمال کے مرتکب کو حضور ﷺ نے اپنے امت، اپنے طریقہ اور اپنی ملت سے خارج قرار دیا:

1- مصیبت کے وقت (سر اور داڑھی کو) مونڈنے والا

2- گریبان پھاڑنے والا

3- بلند آواز سے آہ وبکاء اور گریہ زاری کرنے والا

آخر الذکر دونوں مضامین تفصیل کے ساتھ اس حدیث کے ذیل میں گزر چکے ہیں جہاں حضور ﷺ نے نوحہ کرنے اور چہرہ کو نوچنے والوں کو اپنی امت سے خارج قرار دیا تھا۔ مصیبت کے وقت حلق کروانا اور اسے اظہار غم کی علامت بنانا بھی ایک سنگین گناہ ہے

---

(۱) سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب السلق (1838)، صحیح مسلم، کتاب الایمان (149)، سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز (2723)، سنن ابن ماجه، کتاب ماجاء فی الجنائز (1575)، مسند أحمد، أول مسند الکوفیین (18714)

شریعت کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟ مندرجہ ذیل تفصیل پڑھ کر معلوم ہو سکے گا۔

حلق، زمانہ جاہلیت میں

قبل از اسلام تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت ہی سے حلق کروانے کو ذلت اور حقارت کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے، جب امرء القیس کے والد کو دشمنوں نے قتل کر دیا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ جب تک دشمنوں کے اتنے آدمی قتل نہ کر دے اور ان کے سو آدمیوں کے بال نہ مونڈ دے چین سے نہ بیٹھے گا۔(۱)

اب بھی کافرستان (چترال) کے علاقہ میں جب کسی کافر کا کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو جائے تو وہ اپنے بال مونڈ دیتا ہے اور خود کو ذلیل خیال کرتا ہے۔

حلق، زمانہ اسلام میں

اگر اسلامی کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حلق کروانا اسلام میں کوئی پسندیدہ عمل نہیں۔

جب مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ابو شحمہ کو شراب پینے کے الزام میں اپنے گھر کے صحن میں کوڑے لگوائے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے درخواست کی تھی کہ ان کو حلق نہ کیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ حلق کرنا اس زمانہ میں ذلت کا معیار تھا اور شرابی کو اسی کوڑے لگانے کے ساتھ ذلیل کرنے کے لئے اس کا سر بھی مونڈ دیا جاتا تھا۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح ہدایہ "فتح القدیر" میں نقل فرماتے ہیں:

"ان عمر رضی اللہ عنہ کتب الی عمالہ بالشام ان شاھد الزور یضرب اربعین سوطا و یسخم وجھه ویحلق رأسه ویطال حبسه" (۲)

گویا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹے گواہ کے لئے چار سزاؤں کو جمع کیا (1)

() تاریخ الأدب العربی، ص: ۳۷

(۲) فتح القدیر (533/6)

چالیس کوڑے لگائے جائیں (2) چہرہ کالا کیا جائے (3) اس کا سر مونڈ دیا جائے (4) طویل عرصہ تک قید کیا جائے۔

ابن ماجہ میں منقول ہے کہ جب عمرو بن قرہ نے حضور ﷺ سے گانا گانے کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ پر جلالی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ ﷺ نے ان کی تربیت فرمائی اور یہ بھی کہا تھا:

"اما انک ان فعلت بعد التقدمة الیک ضربتک ضربا وجیعا وحلقت راسک مثلة و نفیتک من اھلک واحللت سلبک نھبة لفتیان اھل المدینة"

''اگر تو نے دوبارہ ایسا کام کیا تو میں تجھے سخت سزا دلواؤں گا اور تجھے مثلہ کرنے کے لئے تیرے سر کو حلق کرا دو اور تجھے تیرے گھر والوں سے الگ کر دوں گا اور تیرے مال و سامان کو مدینہ کے نوجوانوں کے لئے حلال کر دوں گا'' (۱)

اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے سوائے حج کے موقع پر کبھی حلق نہیں کروایا۔ باقی رہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مونڈنا ایک مجبوری کی وجہ سے تھا کیونکہ انکو روزانہ نہانا پڑتا تھا اور خصوصاً جب بال بڑے بڑے ہوں اور سردیوں میں نہایا جائے تو بالوں میں پانی رہ جانے کی وجہ سے بڑی سردی لگتی ہے، اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ''عادیت رأسی'' میں نے اس عذر کی وجہ سے اپنے بالوں سے دشمنی شروع کر دی۔

حلق دوسرے مذاہب مین

تقابل ادیان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حلق کروانا صرف خوارج کا ہی شعار نہیں بلکہ مجوس کا مذہبی شعار بھی ہے مجوسی لوگ حلق کروانے اور زرد کپڑے پہننے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ غالباً انہی پارسیوں کے قرب کی وجہ سے یہ عمل برصغیر میں پہنچا۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ حلق کا تصور بہت قدیم ہے، لوگ جب اسلام سے پہلے

(۱) السنن لابن ماجه، ص: 187

ملت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے حج کرنے کے لئے آتے تھے تو حلق کرواتے تھے اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالی کے سامنے اپنی ذلت اور حقارت کا اظہار کرتے تھے اور یہ تاثر دیتے تھے کہ ہم نے خود کو اللہ تعالی کی غلامی میں دے دیا۔ اس تاریخی حوالہ کی وجہ سے حج کے موقع پر اس کو بحال رکھا گیا۔

بال، اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت

حلق کروانے سے انسان اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت سے محروم ہو جاتا ہے، اور اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ بال اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہیں جس کی قدر وہی شخص جان سکتا ہے جو ان سے محروم ہو اور پھر اگر بال لگوانے پڑیں تو اس میں جو خرچہ آتا ہے وہ بھی ان کی اہمیت کو بتاتا ہے۔

بالوں کی وجہ سے انسان کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان کی شخصیت نکھر جاتی ہے اور اللہ تعالی اپنے بندوں کے جمال کو پسند کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی سنت ثابتہ متواترہ لمبے بال رکھنے کی تھی۔ نیز یہ کہ جنتیوں کے حسن و جمال میں بالوں کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔

حلق کا شرعی حکم

حلق چونکہ خوارج کا شعار ہے، اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حلق خوارج اور دوسرے گمراہ فرقوں کی علامت ہے اسی وجہ سے حلق کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں“

لیکن ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے بارے میں شیخ الحدیث مولانا موسی روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کسی گمراہ فرقہ کا مباح کام کو اپنا شعار قرار دینے سے وہ مباح کام ناجائز

نہیں ہو جاتا"

بہر حال یہ عمل اسلام میں کوئی پسندیدہ چیز نہیں البتہ انسانی زندگی میں دو مواقع میں اس کو سنت اور عین عبادت قرار دیا گیا ہے ایک بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن اس کے عقیقہ کے موقع پر اور دوسرا حج میں نحر کے دن۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص ثواب سمجھ کر سر کے بالوں کو مونڈے تو ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ان دو موقعوں کے علاوہ حلق کروانا ثابت نہیں۔ بہر حال مجبوریاں اور اعذار کی حالتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔(۱)

(۱) حلق کے بارے میں مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے: درس ابن ماجہ، از مولانا فیاض الدین صاحب، ص:223-226

جس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں وہ ہم میں سے نہیں

ناحق دعویٰ کرنا اور کسی دوسرے کی چیز کو اپنی طرف منسوب کرنا بہت بڑا جرم ہے اور ایسے جھوٹے اور خائن کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهُ فَلَیْسَ مِنَّا، فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))(۱)

''جس نے دعویٰ کیا ایسی چیز کا جو اس کی نہیں، وہ ہم میں سے نہیں اور اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا''

کسی چیز پر ناحق اپنی ملکیت ظاہر کرنا یہ حرام ہے، کسی مسلمان کے لائق نہیں کہ وہ دوسرے کی چیز کو خیانت کرتے ہوئے اپنا بنالے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((کُلُّ المسلم عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُه وَعِرْضُهُ))(۲)

''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے''

---

(۱) صحیح الجامع الصغیر وزیادته 1037/2، رقم الحدیث: 5990

(۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم لمسلم وخذله......(4650)، صحیح البخاری، کتاب النکاح(4747)، سنن الترمذی، کتاب النکاح(1053)، سنن النسائی، کتاب النکاح(3187)، سنن أبی داؤد، کتاب البیوع(2981)

زمینوں پر ناجائز قبضے، شریعت کی نظر میں

ہمارے معاشرے میں جوں جوں مادیت پرستی کا رواج بڑھا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر انسان اپنی دنیا بنانے میں ایسا مگن ہوا کہ دوسروں کے حقوق کو فراموش کرتا گیا۔ اپنے گرد وپیش نظر دوڑائیے تو آپ کو بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو کسی نہ کسی طرح دوسروں کے حق پر قبضہ جما کر بیٹھے ہیں۔

کوئی وراثت میں بھائی بہنوں کے حقوق کو دبا کر فانی مزوں میں مست ہے۔

کوئی کسی غریب اور کمزور کے قطعہ زمین پر قبضہ کر کے ہلاشیری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

کوئی قوت اقتدار کی بنیاد پر سرکاری اور اجتماعی املاک کو ذاتی جائیداد سمجھ کر حقوق غیر کو فراموش کر رہا ہے۔

کسی نے عوامی مقامات اور تفریحی جگہوں کو ذاتی کاروبار کا ذریعہ بنالیا ہے۔

یہ تمام صورتیں غیر کی جگہوں پر قبضہ کرنے اور دوسری کی ملکیت میں ناحق اپنا دعویٰ اور حق جمانے کی ہیں، یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ اگر کسی سے دوسرے کی ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ کیا تو اس کا حساب بھی قیامت کے دن چکانا ہوگا۔

موجودہ دور میں ناجائز قبضے کی کچھ صورتیں

آج ہمارے معاشرے میں چاہے وہ دیہات ہوں یا شہر، گھر ہوں یا دکانیں ہر طرف اور ہر جگہ زمین پر ناجائز قبضہ اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے فسادات سامنے آتے ہیں، دیہات میں جہاں جابر اور طاقتور زمیندار ہے وہاں کمزور زمیندار کی زمین پر ناجائز قبضہ کے مقدمات کی بھرمار ہے۔ شہروں میں بھی آج کل یہ وبا بہت ہی زیادہ پھیل چکی ہے کوئی صاحب مکان تعمیر کر رہے ہیں تو بڑے مہذب طریقے سے زمین پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں ناجائز قبضہ کرنے کی انتہائی جدید ترین صورتیں بنالی گئی ہیں، مکان بنایا دوسرے کی زمین کی جانب دروازہ کھول دیا، روشن دان رکھ لیا، کھڑکیاں اس طرف بنالیں۔ اب دوسرا شخص جب مکان بنائے گا تو مجبوراً کچھ جگہ چھوڑ کر تعمیر کرے گا ورنہ ہمسائے سے ساری زندگی فساد رہے گا۔

پھر ایسا بھی کیا جاتا ہے کہ مکان کی بنیادیں بالکل صحیح پیمائش کے ساتھ اپنی زمین پر اٹھالیں لیکن جب چھت ڈالنے کا موقع آیا تو ڈیڑھ فٹ کا چھجا (شیڈ) دوسرے کی زمین کی طرف بڑھا دیا، اب دوسری منزل کا کمرہ بڑا ہوگیا اور دوسرا جب مکان بنائے گا تو لازماً جگہ چھوڑے گا۔ ایسے ایسے عجیب وغریب طریقے ناجائز قبضہ کے لئے بنا لئے گئے ہیں۔

یہی حال دوکانداروں کا ہے حکومتوں نے سڑک کے کنارے پیدل چلنے کا راستہ بنایا، دوکاندار اپنا کاؤنٹر تھوڑا سا آگے بڑھا لیتا ہے اور کچھ سامان فٹ پاتھ پر رکھ دیتا ہے، اب اس زمین کے حصہ پر پیدل چلنے والوں کو حق تھا لیکن اس دوکاندار نے اس کا حق مار دیا۔ کچھ لوگ تو ایسے بھی ہیں جو فٹ پاتھ کو پارکنگ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے تھوڑی سی زمین بھی ناحق لے لی تو قیامت کے دن وہ اس کی وجہ سے سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا“(۱)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بہت سے فضائل ومناقب کے حامل صحابی ہیں۔ آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب کے شوہر تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔(۲)

ایک مرتبہ اروی نامی ایک عورت نے مروان بن حکم کی عدالت میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا۔ جس میں اس نے یہ دعوی کیا کہ انہوں نے اس کے مکان پر قبضہ کر رکھا ہے، لیکن حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر مقدمہ سے دستبرداری کا اعلان فرمادیا:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص

---

(۱) صحیح البخاری، باب اثم من ظلم شیئا من الأرض (2454)

(۲) تفصیلی واقعہ کے لئے دیکھئے: طبقات ابن سعد (3/191)، البدایۃ والنہایۃ (3/81)، حیاۃ الصحابۃ (1/385)

ناحق ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ کرے گا تو اس عمل کی وجہ سے
قیامت کے دن ساتوں زمینوں کو طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈال
دیا جائے گا"

اس کے بعد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے حق میں بددعا فرمائی:

"اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی بینائی ختم کر دے اور اس
کی قبر اس کے گھر میں ہی بنا دے"

راوی کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آیا کہ میں اس عورت کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اندھی ہو چکی تھی اور دیواروں کے سہارے چلتی ہوئی جا رہی تھی، اور اس کی زبان سے یہ کلمات جاری ہوتے تھے:

"مجھے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے"

ایک دن وہ عورت اپنے گھر میں چلتی جا رہی تھی کہ کنویں میں گر گئی اور وہ کنواں ہی اس کی قبر ثابت ہوا۔(۱)

کسی کی چیز بلا اجازت استعمال کرنا بھی درست نہیں

غیر کے حق پر ملکیت کا دعوی جمانا تو اپنی جگہ، اسلام نے اپنے ماننے والوں اس کا بات کا پابند کیا کہ کسی کی چیز کو اس کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کریں۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کی لاٹھی (جیسی چھوٹی چیز بھی) اس
کی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں"(۲)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم الظلم وغصب الأرض وغیرها(3021)، صحیح البخاری، کتاب المظالم والغصب(2272)، سنن الترمذی، کتاب الدیات عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم(1338)، مسند أحمد، مسند العشرة المبشرین بالجنة(1542)، سنن الدارمی، کتاب البیوع(2492)

(۲) صحیح ابن حبان(316/13)

حضرت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے سامان کو نہ مذاق میں لے اور نہ حقیقت میں (بلا اجازت) لے''(۱)

☆☆☆

(۱) سنن أبو داؤد، باب من يأخذ الشيء من مزاح (5004)

جو صرف قوم وقبیلہ کے نام پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ومن خرج علی أمتی یضرب برها وفاجرها ولایتحاشی من مؤمنها ولا یفی لذی عهد عهده فلیس منی ولست منه))(۱)

”جو شخص میری امت کے نیک و بد کا لحاظ کئے بغیر ان پر حملہ کر دے، نہ مسلمانوں کا لحاظ کرے نہ ذمیوں کا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں“

اس حدیث پر مختلف محدثین نے جو کلام فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں اس شخص کا ذکر ہے جو عصبیت اور قوم پرستی کی بنیاد پر جنگ کرتا ہے۔ یعنی اس کے پیش نظر صرف اور صرف اس کی قوم اور اس کا قبیلہ ہے، اسے اسلام اور اہل اسلام سے کوئی تعلق خاطر نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نہیں بلکہ اپنی قوم کا نام اونچا کرنے اور خود کو بہادر شمار کرنے کے لئے میدان جنگ میں کودتا ہے۔ اس کے قتال کی بنیاد اس کے غصے اور نفسانی خواہش پر ہوتی ہے۔ عصبیت کی بنا پر لڑنے والے اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنت اور امت سے خارج قرار دے رہے ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الامارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن(3436)، سنن النسائی، کتاب تحریم الدم(4045)، سنن ابن ماجه، کتاب الفتن(3938)، مسند أحمد، باقی مسند المکثرین(7603)

ایفائے عہد، ہر مسلمان کی ذمہ داری

اس حدیث سے وعدہ پورے کرنے کی ترغیب معلوم ہوئی، کیونکہ مسلمان حکومت ذمیوں کے ساتھ یہ معاہدہ کرتی ہے کہ وہ اس ملک میں امن وچین کی زندگی گزار سکتے ہیں، ان کی حفاظت حکومت اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اس حدیث میں ایسے مسلمان کی مذمت بیان کی گئی جو اس معاہدہ کو توڑتا ہے اور وعدہ شکنی کرتا ہے۔

عہد کی پابندی، شریعت کی روشنی میں

عہد کی پابندی اخلاقی خوبیوں میں سے ایک بہت بڑی خوبی ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولًا﴾ (۱)

''اور تم عہد کو پورا کیا کرو بے شک عہد کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا''

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ﴾ (۲)

''اور وہ اپنی امانتوں اور عہد کا خیال رکھتے ہیں''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ما خطبنا نبی اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قال لا ایمان لمن لا أمانة له ولا دین لمن لا عهد له))(۳)

''بہت کم ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور یہ ارشاد نہ فرمایا ہو کہ جس میں امانت نہیں اس کا ایمان کامل نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس کا دین کامل نہیں''

---

(۱) بنی اسرائیل:34 (۲) المؤمنون:8

(۳) مسند أحمد، باقی مسند المکثرین، مسند أنس بن مالک رقم: 11935

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خمس بخمس: مانقض قوم العهد، الا سلط عليهم عدوهم. وماحكموا بغير ماأنزل الله، الا فشا فيهم الفقر. ولا ظهرت فيهم الفاحشة، الا فشا فيهم الموت. ولا طفقوا المكيال الا منعوا النبات، وأخذوا بالسنين. ولامنعوا الزكاة الا حبس عنهم القطر))(۱)

''پانچ اعمال پانچ خرابیوں کا ذریعہ بنتے ہیں(۱) جب کوئی قوم وعدہ خلافی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتے ہیں (۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے ہٹ کر فیصلہ کرتے ہیں ان پر فقر نازل ہو جاتا ہے (۳) جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے ان پر ناگہانی موت کی آفت بھیج دی جاتی ہے (۴) جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں ان کی پیداوار روک لی جاتی ہے اور ان پر قحط سالی بھیج دی جاتی ہے (۵) جو لوگ زکوٰۃ دینا چھوڑ دیتے ہیں ان سے بارش روک لی جاتی ہے''

وعدہ پورا کرو، عہد شکنی نہ کرو

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں حکومتی فرائض سرانجام دے رہے تھے ان کے پڑوس میں رومی حکومت تھی، رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان صلح اور جنگ کا سلسلہ جاری رہتا تھا، ایک مرتبہ معین تاریخ تک جنگ بندی کا دور چل رہا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی فوجیں لے کر سرحد کی طرف چلے تا کہ معاہدے کی آخری تاریخ ختم ہوتے ہی رومیوں پر حملہ کر دیا جائے، آپ کا لشکر رواں دواں تھا کہ آپ نے اچانک دیکھا کہ ایک تیز رفتار گھڑ سوار آ رہا ہے اور بلند آواز میں کہہ رہا ہے:

''الله اكبر، الله اكبر، قفوا عباد الله، قفوا عباد الله''

---

(۱) المعجم الكبير للطبراني (44/11)

"اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے بندو ٹھہر جاؤ، ٹھہر جاؤ"

قریب آنے پر پتہ چلا کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ہیں جو فرما رہے ہیں:

"وفاء لا غدر وفاء لا غدر"

"وعدہ پورا کرو عہد شکنی نہ کرو"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی وعدہ خلافی نہیں کی، سرحد پر آیا ہوں، سرحد میں داخل تو نہیں ہوا۔ جواب میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اگر تمہارا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو تو اس وقت تک اس کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں جب تک مدت گزر نہ جائے یا پھر واضح طور پر اس قوم کو معاہدہ ختم کرنے کی اطلاع نہ دے دی جائے"

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ آپ کا مدت معاہدہ ختم ہونے سے پہلے سرحد پر لشکر کو جمع کر لینا یہ بھی وعدہ خلافی میں شمار ہوگا چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے اس استدلال کو تسلیم کیا اور لشکر کو واپسی کا حکم دے دیا۔(۱)

اخلاص، جہاد کی شرط اولین

اس حدیث سے جہاد میں اخلاص کی ترغیب معلوم ہوئی کہ جہاد کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ ہونا چاہئے، اگر اس کے علاوہ کسی اور غرض کے لئے جہاد کیا گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔

اخلاص سے مراد یہ ہے:

"اللہ تعالیٰ کے اوامر کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے پورا کرنا"

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب السیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الغدر(1506)، سنن أبی داؤد، کتاب الجهاد (2578)، مسند أحمد، مسند الشامیین(1640)

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُمْ﴾(۱)

''اللہ تعالیٰ کے پاس نہ تو ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون، بلکہ ان کے پاس تو تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے یعنی ان کے یہاں تو تمہارے دلی جذبات دیکھے جاتے ہیں''

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآؤُوْنَ﴾ (۲)

''ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو ایسے ہیں کہ (جب نماز پڑھتے ہیں تو) دکھلاوا کرتے ہیں''

نماز سے غافل ہونے میں قضا کر کے پڑھنا یا بے دھیانی سے پڑھنا یا کبھی پڑھنا کبھی نہ پڑھنا سب شامل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان اللّٰہ لاینظر الی صورکم وأموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم وأعمالکم))(۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں''

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((من صلی یرائی فقد أشرک، ومن صام یرائی فقد

---

(۱) الحج:37 (۲) الماعون:6-4

(۳) رواہ مسلم، باب تحرم ظلم المسلم، رقم: 6543

أشرک ومن تصدق يرائي فقد أشرک))(۱)

''جس نے دکھلانے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلانے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلانے کے لئے صدقہ کیا اس نے شرک کیا''

اخلاص، اسلاف امت کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالی جب کسی بندے کے بارے میں جان لیتے ہیں کہ وہ سچی نیت اور اللہ سے اجر کے حصول کے لئے عمل کر رہا ہے تو اس عمل کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو اللہ تعالی دور فرما دیتے ہیں''(۲)

ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب اپنے اخلاص میں اخلاص کا مشاہدہ کرو تو سمجھو کہ ان کے اخلاص کو ابھی اخلاص کی ضرورت ہے۔(یعنی ابھی اس میں ریا ہے)(۳)

ابو عثمان جبری رحمۃ اللہ علیہ (م:298ھ) فرماتے ہیں:

''خالق کی طرف ہمیشہ نگاہ رکھنے کی وجہ سے مخلوق کی رؤیت کو بھلانے کا نام اخلاص ہے''(۴)

حضرت رابعہ بصریہ بہت بڑی ولیہ گزری ہیں، دوسری صدی ہجری یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک مرتبہ ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے ہاتھ میں آگ لے کر باہر نکلیں، کسی نے اس کے بارے میں استفسار کیا تو فرمایا ''میں نے اس آگ کے ذریعہ جنت کو جلانا ہے اور پانی کے ذریعہ جہنم کو بجھانا ہے، تاکہ لوگ اللہ کی عبادت صرف اللہ کی رضا کے لئے کریں، جنت کے شوق یا جہنم کے خوف کی وجہ سے نہ کریں''(۵)

---

(۱) رواه أحمد(126/4) (۲) حلية الاولياء(326/1)

(۳) الرسالة القشيرية، ص:290 (۴) الرسالة القشيرية، ص:296

(۵) غبار خاطر از ابوالکلام آزاد، ص:۱۳۳

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م:1624ء) فرماتے ہیں:

''شریعت کے تین جز ہیں: علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جز متحقق نہ ہو شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگئی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاء ممتاز ہیں شریعت کے تیسرے جز و یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے'' (۱)

مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1965ء) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی بھی نیت سے عمل کرنا نفسانیت ہے۔ مال مل جائے، مال بڑھ جائے، لوگ تعریفیں کریں، بڑا بن جاؤں، شہرت مل جائے، عہدہ مل جائے، مرجع بن جاؤں، میری بات چلنے لگے، میری حیثیت مانی جائے، میری رائے پوچھی جائے، ان اغراض کے لئے عمل کرنا ہرگز اخلاص اور للّٰہیت نہیں ہے، یہاں تک کہ مخلصین خدا کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اس موعود کے لئے بھی عمل نہیں کرتے اس لئے کہ موعود، موعود ضرور ہے مگر مقصود نہیں، اور جو موعود کو مقصود بنا کر کرتے ہیں وہ موعود ہی میں پھنس کر رہ جاتے ہیں اور جو لوگ صرف رضاء الٰہی کو مقصود بنا کر چلتے ہیں، ان پر جب خدا کے مواعید پورے ہوتے ہیں اور مال و ملک کی نعمتیں ملتی ہیں تو وہ ان کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کے بجائے دین کی اشاعت

(۱) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:36، ص:32

اور مخلوق خدا پر محض رضاء الٰہی کے لئے خرچ کر دیتے ہیں جیسے صحابہ کرام نے کیا تھا''(۱)

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ (م:1402ھ) فرماتے ہیں:

''ریا صرف اس کا نام نہیں کہ لوگ بڑا سمجھیں یہ تو شرک ہے، لوگوں کے دیکھنے کے سبب سے عمل کو چھوڑ دینا بھی ریا ہے''(۲)

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں جو بھی نیک کام کرو اسی نیت سے کرو کہ اس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر کے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے، دنیا کا نفع اور شہرت اور نام ونمود مقصود نہیں۔ آخرت سنور جانے کے لئے عمل کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جائے''(۳)

اخلاص کی علامات

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ (م:245ھ) فرماتے ہیں:

تین چیزیں اخلاص کی نشانیاں ہیں:

1- عوام کی مدح یا مذمت بندے کے نزدیک یکساں ہو

2- اعمال میں اپنے اعمال کو دیکھنا بھول جائے

3- یہ بھی بھول جائے کہ وہ آخرت میں اپنے اعمال کا ثواب چاہتا ہے۔(۴)

☆☆☆

(۱) تذکرۂ مولانا محمد یوسف صاحب ؒ، ص:۵۴

(۲) صحبتے با اولیاء، ص:۲۰۹

(۳) کام کی باتیں، ص:13

(۴) الرسالة القشيرية، ص:290

جو اچھے کام کا حکم نہ دے اور برے کام سے نہ روکے وہ ہم میں سے نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویؤقر کبیرنا ویأمر بالمعروف وینه عن المنکر))(۱)

”جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے، بڑوں کی عزت نہ کرے، اچھے کام کا حکم نہ دے اور برے کام سے نہ روکے وہ ہم میں سے نہیں“

اس حدیث میں چار اعمال کے مرتکب کو حضور ﷺ نے اپنے طریقے ہٹا ہوا قرار دیا ہے:

1- چھوٹوں پر رحم نہ کرنے والا
2- بڑوں کو عزت نہ کرنے والا
3- نیکی کا حکم نہ دینے والا
4- برائی سے منع نہ کرنے والا

پہلے دو مضامین کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ اب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا نکتہ نظر ملاحظہ فرمائیے۔

معروف اور منکر کی حقیقت

معروف اور منکر ایک دوسرے کی ضد ہیں، معروف ہر ایسے عمل کو کہا جاتا ہے جسے

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب البر والصلة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ماجاء فی رحمة الصبیان(1844)، مسند أحمد،من مسند بنی هاشم(2214)

شریعت، عقل اور عرف کے اعتبار سے انسان اچھا سمجھیں اور منکر ایسا عمل ہوتا ہے جو ان تینوں اعتبار سے قبیح ہو لیکن اگر عقل اور عرف خدانخواستہ شریعت سے ٹکرائیں تو فیصلہ کن حیثیت شریعت کو حاصل ہوگی، بگڑی ہوئی عقل اور فساد زدہ عرف اور معاشرہ کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ معروف کو منکر اور منکر کو معروف قرار دے دے، اسی لئے مشہور عربی لغت ''لسان العرب'' میں معروف کی تعریف یہ کی گئی ہے:

''یہ ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق ہر ایسے عمل پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے تقرب اور انسانوں کے ساتھ احسان پر مشتمل ہو اور شریعت نے اس کی تعریف کی ہو''(۱)

اسی طرح منکر کا اطلاق ہر ایسے عمل پر ہوتا ہے جس کی شریعت نے قباحت اور حرمت بیان کی ہو اور اس سے منع کیا ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، آیات قرآنیہ کی روشنی میں

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(۲)

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو خیر کی دعوت دے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾(۳)

---

(۱) لسان العرب(232/5)

(۲) آل عمران:104

(۳) آل عمران:110

”تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے فائدے کے لئے نکالا گیا ہے،
تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو“

اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾(۱)

”آپ فرما دیجئے میرا راستہ تو یہی ہے کہ میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں) اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں“

ایک اور مقام پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فضیلت کو یوں واضح کیا گیا:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَـٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾(۲)

”ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اچھے کام کا حکم دیتے ہیں، برے کام سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے“

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، احادیث نبویہ کی روشنی میں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) یوسف:108

(۲) التوبة:71

((ان هذا الخير خزائن ولتلك الخزائن مفاتيح فطوبى لعبد جعله الله مفتاحا للخير مغلاقا للشر وويل لعبد جعله الله مفتاحا للشر مغلاقا للخير))(۱)

''یہ خیر یعنی دین خزانے ہیں یعنی دین پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے لامحدود خزانوں سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ ہے۔ ان خزانوں کے لئے چابیاں ہیں۔ خوش خبری ہو اس بندہ کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ بھلائی کی چابی اور برائی کا تالہ بنادیں یعنی ہدایت کا ذریعہ بنادیں۔ اور تباہی ہے اس بندہ کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ برائی کی چابی اور بھلائی کا تالہ بنادیں یعنی گمراہی کا ذریعہ بنے''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ، اسلاف امت کی نظر میں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب کچھ لوگ ایسے لوگوں کے سامنے گناہ کے کام کریں جو ان سے زیادہ طاقتور اور بااثر ہوں اور وہ ان کو ان کاموں سے نہ روکیں تو ان سب پر اللہ تعالیٰ ایسا عذاب نازل فرمائیں گے جسے ان سے نہیں ہٹائیں گے''(۲)

عمیر بن حبیب فرماتے ہیں:

''جب تم میں سے کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو تکلیفوں پر صبر کرنے کی عادت ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب ملنے کا یقین رکھے کیونکہ جسے اللہ سے ثواب ملنے کا یقین ہوگا اسے تکلیفوں کے پیش آنے سے کوئی پریشانی نہیں ہوگی''(۳)

(۱) رواه ابن ماجه، باب من كان مفتاحا للخير، رقم: 238

(۲) حياة الصحابة (810/2)

(۳) حياة الصحابة (815/2)

زبیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا جب میں لوگوں کو امر بالمعروف کرتا ہوں تو ان میں سے کچھ لوگ میری بات مان لیتے ہیں، اور کچھ لوگ مجھے تکلیف دیتے ہیں، میری برائی کرتے ہیں، اور میرے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اگر تم کو ڈر ہے اور تم سمجھتے ہو کہ لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے تو ان کو چھوڑ دو، اور دل میں ان کی برائی سے بیزاری رکھو، اس میں تمہارے لیے گنجائش ہے، اور جس شخص سے تم کو گزند کا خطرہ نہ ہو اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، اور اس کو حکم خداوندی پر عمل سمجھ کر کرو، ایسی صورت میں تم خیر ہی دیکھو گے، خاص طور سے جب تم میں اس معاملہ میں نرمی ہو، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو حکم دیا تھا کہ فرعون سے نرم بات کریں، ایسی صورت میں سننے والا تمہاری بات پر دھیان دے گا اور اس کو قبول کرے گا'' (۱)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی محنت کو ضائع کر دیا گیا ہے اور اس زمانے میں اس فریضہ کو انجام دینے والے بہت تھوڑے ہیں۔ حالانکہ یہ شریعت کا ایک عظیم باب ہے اور تمام معاملات کی اصلاح اور درستگی کا مدار اسی پر ہے، جب خباثت کی کثرت ہو جائے گی اللہ کا عذاب نیک وبد ہر ایک پر آئے گا، جب لوگ ظالم کا ہاتھ نہیں روکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی فتنہ یا دردناک عذاب آجائے'' لہٰذا جو لوگ آخرت کے طالب اور رضا الٰہی کے حصول کے آرزومند ہیں انہیں اس باب کو خصوصی اہمیت دینی چاہئے کیونکہ اس کا نفع بہت زیادہ ہے

(۱) ترتیب المدارک (187/1)

خاص طور پر اس وقت جب کہ اس کا بڑا حصہ مٹ چکا ہے"(۱)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو دین کا قطب اعظم اور مقصد عظیم قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"اسی مقصد عظیم کے لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا گیا، اس کام کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم وعمل کو چھوڑ دیا جائے تو العیاذ باللہ نبوت کا بے کار ہونا لازم آئے گا۔ دیانت مضمحل ہو جائے گی، ضلالت عام ہو جائے گی، جہالت کا غلبہ ہو جائے گا، ہر طرف فساد پھیل جائے گا، آبادیاں ویران ہو جائیں گی، انسان ہلاک ہو جائیں گے لیکن انہیں اپنی ہلاکت کا علم قیامت سے پہلے نہ ہو سکے گا۔

افسوس یہ ہے کہ ہمیں جس بات کا اندیشہ تھا وہ رونما ہو چکی ہے، اس قطب اعظم کا علم اور عمل ختم ہو کر رہ گیا ہے اس کی حقیقت مٹ گئی ہے، دلوں پر مخلوق کی محبت اور خوف چھا گیا ہے خالق کی طرف توجہ نہیں رہی، لوگ نفسانی خواہشات اور شہوات کی اتباع میں حیوانوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار ہو گیا جو راہ حق میں ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے"(۲)

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کاش تعلیم کے ہی زمانہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی استادوں کی نگرانی میں مشق ہو جایا کرے تو علوم ہمارے نفع مند ہوں ورنہ افسوس کہ بے کار ہو رہے ہیں، ظلمت اور جہل کا کام دے رہے ہیں"(۳)

---

(۱) صحیح مسلم بشرح النووی (24/2)

(۲) احیاء علوم الدین (306/2)

(۳) مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، ص:110

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

''یاد رکھو کوئی عالم علم میں ترقی نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ جو کچھ سیکھ چکا ہے دوسروں تک نہ پہنچائے جو اس سے کم علم رکھتے ہیں اور خصوصاً ان تک جو کفر کی حد تک پہنچے ہوئے''(۱)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اس کی ضرورت ہے کہ شفقت سے ہو، محبت سے ہو، نرمی سے بھائی بندی کے طرز پر ہو۔ مسئلہ بھی معلوم ہو جائے اور دوسرا شرمندہ بھی نہ ہو۔ تبلیغ کا یہ جذبہ نہ ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر کے الگ ہو جاؤں گا یہ جہنم میں جائے یا کہیں جائے، بلکہ جذبہ یہ ہو کہ اس کو شریعت پر لانا ہے''(۲)

☆☆☆

(۱) مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، ص: 257

(۲) مجالس حکیم الاسلام (1/ 156)

زبردستی مال چھیننے والا ہم میں سے نہیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ انتَهَبَ فَلَيسَ مِنَّا))(۱)

''جس نے زبردستی مال چھینا وہ ہم میں سے نہیں''

اسی طرح ایک روایت کے لفظ ہیں:

((مَنِ انتَهَبَ نُهبَةً فَلَيسَ مِنَّا))(۲)

''جس نے زبردستی مال چھینا وہ ہم میں سے نہیں''

امام عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ من انتهب کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((أي أَخَذَ مَالاَ يَجُوزُ لَهُ أخذُه قَهرًا جَهرًا))(۳)

''زبردستی اور زیادتی کرتے ہوئے ایسا مال حاصل کرنا جس کو لینا جائز نہیں''

علامہ مبارکپوری اس حدیث کی شرح میں ''فلیس منا'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((لیس من المطیعین لأمرنا لان أخذ مال المعصوم بغیر

---

(۱) رواه الترمذی فی کتاب السیر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ماجاء فی کراهیة النهبة(1527)، وأحمد فی باقی مسند المکثرین(11972)،(12559)

(۲) رواه النسائی فی کتاب النکاح باب الشغار(3382)، وابن ماجه فی کتاب الفتن، باب النهي عن النهبة(3927)، وأحمد فی باقی مسند المکثرین(13831)

(۳) تحفة الأحوذی(188/5)

اذنه ولا علم رضاه حرام بل يكفر مستحله))(۱)

''فلیس منا کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص ہمارے حکم کی اطاعت کرنے والوں میں سے نہیں ہے، کیونکہ کسی کے مال محترم کو اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر حاصل کرنا حرام ہے اور اسے حلال کہنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا''

انہوں نے ''فلیس منا'' کے معنی میں علامہ مناوی کے حوالہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

((لَيْسَ مِنْ جَمَاعَتِنَا وَطَرِيْقَتِنَا))(۲)

''ایسا شخص ہمارے راستے اور جماعت میں سے ہی نہیں''

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنِ انْتَهَبَ أَوْ سَلَبَ أَوْ أَشَارَ بِالسَّلب))(۳)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زبردستی مال چھیننا یہ بہت بڑا گناہ ہے اور ایسے شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں اور ایسے حرام خور سے تعلق ہو بھی کیسے سکتا ہے۔

ڈاکہ زنی، اسلام کی نظر میں

دین اسلام میں کسی کا مال چھیننا یا ناحق اس پر قبضہ کرنا یہ حرام ہے، ڈاکہ زنی، رہزنی اور لوٹ کھسوٹ کی رسول اللہ نے سخت مذمت فرمائی، عرب میں لوٹ کھسوٹ اور رہزنی بہت زیادہ تھی، بلکہ کئی سرکش قبیلوں کی آمدنی کا ذریعہ اور محبوب مشغلہ یہی تھا، یہ لوگ شہر سے باہر میدانوں میں، جنگلوں میں اور دور دراز کے راستوں میں قافلہ والوں سے مال چھیننے کے لئے ٹھہرا کرتے تھے۔ کسی شخص کا امن وسلامتی کے ساتھ بخیریت واپس آجانا ناممکن تھا،

---

(۱) تحفة الأحوذی(188/5)

(۲) تحفة الأحوذی(188/5)

() مستدرک الحاکم، کتاب قسم الفئی(135/2)

رسول اللہ ﷺ نے کمال حکمت عملی اور نظام حکومت سے اس جیسی کئی خرابیوں کا خاتمہ فرمایا اور جو لوگ رہزن تھے وہ اوروں کے رہبر بن گئے، اور آپ ﷺ کی پیشین گوئی عین سچ ثابت ہوئی کہ حیرہ نامی جگہ سے ایک عورت زیورات مین لدی ہوئی اکیلی حضرموت تک سفر کرے گی اور وہ بلا خوف وخطر، باحفاظت منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔ اللہ کی رحمت سے تاریخ نے وہ لمحات بھی دیکھے جب لوٹ کھسوٹ، ڈاکہ زنی، رہزنی اور مال کے چھینے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اگر آج کوئی مسلمان اس طرح ظلم وستم کرتے ہوئے کسی کا مال حاصل کرے تو اس کا مسلمانوں کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

مال کی حفاظت کرنے والا شہید اور ڈاکو جہنمی

اگر کوئی شخص اپنے اہل وعیال، مال اور عزت کی حفاظت کرتے ہوئے مار دیا جائے تو وہ شہید ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ))(۱)

”جو شخص مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے“

ایک روایت میں آتا ہے:

((من قتل دون ماله مظلوما فله الجنة))(۲)

”جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے ظلماً قتل کر دیا گیا وہ جنتی ہے“

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المظالم و الغضب، باب من قاتل دون ماله(2300)، صحیح مسلم، کتاب الایمان(202)، سنن الترمذی، کتاب الدیات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم(1339)، سنن النسائی، کتاب تحریم الدم(4016)، سنن أبی داؤد، کتاب السنة (4141)، مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة(6236)

(۲) سنن النسائی ، کتاب تحریم الدم(4016)

اسی طرح ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص میرا مال لے جانا چاہے تو میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کو نہ دے، آدمی کہنے لگا اگر وہ میرے ساتھ لڑائی کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو بھی لڑائی کر، کہنے لگا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فأنتَ شَهِيدٌ))

''تو شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہو جائے گا''

پھر آدمی نے پوچھا اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَهُوَ فِي النَّارِ))

''وہ جہنم میں جائے گا''(۱)

☆☆☆

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره بغير حق ......(201)

جو لوگوں کو دھوکہ دے ہم میں سے نہیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي))(۱)

''جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں''

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا))(۲)

حدیث نبوی ﷺ کا شانِ ورود

اس حدیث کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار گئے اور آپ کا گزر غلے کے ڈھیر پر ہوا، آپ نے اپنا ہاتھ غلے کے اندر کیا تو آپ کی انگلیاں تر ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ماجرا ہے؟ غلے کا مالک کہنے لگا اے اللہ کے رسول بارش کی وجہ سے اناج گیلا ہو گیا تھا، رسول اللہ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

''پھر تو نے تر اناج کو خشک اناج کے نیچے چھپا کر کیوں رکھا؟ یاد رکھ

---

(۱) رواہ مسلم فی کتاب الایمان، باب قول النبی من غشنا فلیس منا(146)، والترمذی فی کتاب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی کراھیة الغش فی البیوع (1236)، وابن ماجه فی کتاب التجارات، باب النهی عن الغش (2216)، وأحمد فی مسند المکثرین من الصحابة(4867)، والدارمی فی کتاب البیوع، باب فی النهی عن الغش(2429)

(۲) صحیح الجامع الصغیر وزیادة(1068/2) رقم: 6218، صحیح الترغیب والترهیب،رقم: 1764,65,66,67

جس نے دھوکہ دیا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں‘‘ (۱)

دھوکہ دہی، ایک شیطانی کام

دھوکہ دینا شیطانی کام ہے سب سے پہلا دھوکہ شیطان نے ہمارے بابا آدم علیہ السلام اور اماں حوّا سے کیا۔ اور دھوکہ دے کر دونوں کو درخت کا ذائقہ چکھنے کی طرف مائل کر لیا اور بالآخر حضرت آدم وحوا اس کے دھوکے میں آگئے اور درخت کا ذائقہ چکھ لیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے والدین کو جنت سے نکال دیا۔

اسلام، انسانیت سے خیر خواہی کا داعی ہے

ہمارا دین اسلام خیر خواہی اور ہمدردی کا دین ہے اسلام میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ودوسرے کے ساتھ اچھا اور بہتر سلوک کرے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کوئی آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت فرماتے ہوئے اس بات پر بیعت لیتے کہ ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی، خیر خواہی اور سچائی کا معاملہ کرنا ہے۔ کسی کے ساتھ ہرگز دھوکہ وفراڈ اور چالبازی سے کام نہیں لینا۔ غرض کہ خلافِ حقیقت یا خلافِ واقع بات کرنے کو سختی سے روکا اور منع کیا جاتا تھا۔ اس لئے ہر معاملہ میں سچائی، حقیقت اور اصلیت کا خیال رکھنا مسلمان پر فرض ہے۔

ارباب تجارت کی توجہ کے لئے!

خرید وفروخت کرتے وقت اس چیز کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے۔ اپنے نفع اور فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا، جعل سازی کرنا، دونمبر چیز دینا اور اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ دھوکہ وفراڈ کرنا حرام اور حد درجہ سخت گناہ ہے۔ ایسا دھوکے باز شخص اپنے وقتی اور عارضی فائدے کے پیش نظر ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور لعنت کو مول لیتا ہے۔

آج کل کئی دوکاندار، دھوکہ وفراڈ کرنے کے بعد بہت خوش ہوتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ہم نے گاہک کو دھوکہ دے کر بڑا میدان مار لیا ہے۔ حالانکہ یہ حد درجہ بے برکتی، نحوست اور

(۱) رواہ مسلم فی کتاب الایمان، باب قول النبی من غشنا فلیس منا (146)

تباہی کا ذریعہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، المكرُ والخدَاعُ فِي النَّارِ))(۱)

''جس نے ہمیں دھوکہ دیا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں، فریب اور دھوکہ آگ میں جائیں گے''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ ''مکروفریب آگ میں ہوگا'' تو میں لوگوں میں سب سے زیادہ مکر والا ہوتا''(۲)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ دھوکہ وفریب کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے دنیا میں دھوکہ وفریب اور جعل سازی کرنے والے کا بدترین انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت وبخشش سے دور کرتے ہوئے بڑھکتی ہوئی آگ میں پھینک دیں گے۔

دھوکہ دہی کا وسیع دائرہ

کسی معاملہ میں بھی مبالغہ آرائی کرتے ہوئے خلاف حقیقت بیان کرنا یہ جائز نہیں بلکہ سخت گناہ ہے۔ لیکن آج کل ہر موڑ پر دھوکہ، فراڈ اور فریب عام کیا جاتا ہے۔ بالخصوص اکثر لوگ باہم رشتہ کرتے وقت مبالغہ آرائی اور جھوٹی تعریفیں کرنا بہت بڑی چالاکی، ہوشیاری اور دیانتداری وخیر خواہی سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقت وصداقت پر مبنی صاف صاف بات ہونی چاہئے۔ عمر چھپانا، تعلیم زیادہ بتانا، یا کوئی اور نقص، کمزوری اور بیماری واضح نہ کرنا بالکل دھوکہ وفریب ہے اور ایسا کرنا شرعاً حرام اور سخت گناہ ہے۔ اور تجربے کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ ایسے رشتوں میں نبھا، سلوک اور وفا ہرگز نہیں ہوتی۔ بالخصوص لڑکی والے دھوکہ دیں تو ہمیشہ ذلت اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ بچی بیچاری بڑوں کی مبالغہ آرائی کا ساری زندگی خمیازہ بھگتتی رہتی ہے۔

---

(۱) صحيح ابن حبان، صحيح الجامع الصغير وزيادته (1094/2)

(۲) شعب الايمان للبيهقي(105/2)سلسلة الاحاديث الصحيحة46/3 رقم: 1057

وتر نہ پڑھنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا))

''وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں''(۱)

سنن ابوداؤد کی اسی روایت کی بنا پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے وتر کو واجب قرار دیا ہے۔ جبکہ جمہور علماء کے نزدیک وتر واجب نہیں بلکہ سنت ہیں۔ احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی مسلک ہے۔(۲)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام گئے تو دیکھا کہ شامی لوگ وتر نہیں پڑھتے، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاکم شام تھے، ان سے پوچھا کہ ان کے وتر نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ امیر کو معلوم نہ تھا، پوچھا کیا وتر واجب ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محنت و کاوش سے اہل شام وتر کا اہتمام کرنے لگے۔(۳)

☆☆☆

---

(۱) سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب فیمن لم یوتر (1209)، مسند أحمد، باقي مسند الأنصار (21941)

(۲) الهداية (144/1)

(۳) سیر الصحابۃ (۱۶۴/۵)

جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں

اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا شریعت میں ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اہل عرب کے نزدیک امانت ایک قابل قدر چیز تھی، اس لئے وہ امانت کی قسم کھایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا تھا۔

مندرجہ ذیل حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص سے ناراضگی، نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا))(۱)

"جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں"

اس کا مفہوم یوں ہے کہ کوئی شخص کہے کہ مجھے امانت کی قسم ہے یہ غلط ہے کیونکہ قسم صرف اللہ کے نام یا اس کی صفات کی اٹھانی چاہئے، جبکہ امانت یہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور فرض ہے جس طرح نماز، روزہ، حج وغیرہ ہیں ان کی قسمیں اٹھانا شریعت میں ممنوع ہے۔ اسی طرح بتوں کی یا ناجائز چیزوں کی قسم اٹھانا بالاولیٰ حرام ہے۔

اللہ کے غیر کی قسم کھانا درست نہیں

اسلام میں اللہ کے سوا کسی غیر کی قسم اٹھانا درست نہیں، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ))(۲)

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب کراهية الحلف بالأمانة(2831)، مسند أحمد، باقی مسند الأنصار(21902)

(۲) صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب کیف یستحلف(2482)، صحیح مسلم، کتاب الأیمان(3104)، سنن الترمذی، کتاب النذور والأیمان عن رسول الله صلی الله علیه وسلم(1453)، سنن النسائی، کتاب الأیمان والنذور (3706) (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

"جو کوئی قسم کا ارادہ کرے تو وہ صرف اللہ کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے"

ایک دفعہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے کہا مجھے کعبہ کی قسم، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے سوا کسی غیر کی قسم نہ اٹھاؤ۔

((فَإِنِّیْ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ کَفَرَ أو أشْرَکَ))(۱)

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا"

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مقدس مقامات کی قسمیں اٹھانا بھی درست نہیں، جب بھی قسم کی ضرورت پڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانی چاہئے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اللہ کے غیر کی قسم کھاتے نظر آتے ہیں، ان قسموں سے اجتناب کرنے کا وجوب اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے اپنے باپ دادا میں سے کسی کی قسم کھائی تو حضور نے انہیں بلا کر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم اپنے آباء واجداد کی قسمیں کھاؤ، اگر تم میں سے کسی نے قسم کھانی ہی ہو تو یا تو اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) سنن أبی داؤد، کتاب الأیمان والنذور (2828)، سنن ابن ماجه، کتاب الکفارات (2085) مسند أحمد، مسند المکثرین من الصحابة (4294)، مؤطا مالک، کتاب النذور والأیمان (909)، سنن الدارمی، کتاب النذور والأیمان (2236)

(۱) سنن الترمذی، کتاب النذور والأیمان عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ماجاء فی کراهية الحلف بغير الله (1455)، سنن أبی داؤد، ابواب الایمان والنذور، باب ماجاء فی کراهية الحلف بغير الله (2829)، مسند أحمد، کتاب المکثرین من الصحابة (5799)

کی قسم کھائے یا خاموش رہے‘‘(۱)

غیر اللہ کی قسم پر کفارہ نہیں ہے

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم، کعبہ کی قسم، اپنی آنکھوں کی قسم، اپنی جوانی کی قسم، اپنے ہاتھ پیروں کی قسم، اپنے باپ کی قسم، اپنے بچے کی قسم، اپنے پیاروں کی قسم، تمہارے سر کی قسم، تمہاری جان کی قسم، تمہاری قسم، اپنی قسم، اس طرح قسم کھا کے پھر اس کے خلاف کرے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا بڑا گناہ ہے، حدیث شریف میں اس کی بڑی ممانعت آئی ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر اور کسی اور کی قسم کھانا شرک کی بات ہے اس سے بہت بچنا چاہئے‘‘(۲)

قرآن کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے کیونکہ یہ مخلوق نہیں۔ اللہ کی صفت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھار اللہ کے ذاتی نام چھوڑ کر صفات کی قسم بھی اٹھالیا کرتے تھے۔ جس طرح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(۱) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من لم ير اكفار من قال ذلك متأولا أو جاهلا(5643)، صحيح مسلم، كتاب الأيمان(3104)، سنن الترمذي، كتاب النذور والأيمان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم(1453)، سنن النسائي، كتاب الأيمان والنذور(3706)، سنن أبي داؤد، كتاب الأيمان والنذور (2828)، سنن ابن ماجه، كتاب الكفارات(2085)، مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة(4294)، مؤطا مالك، كتاب النذور والأيمان(909)، سنن الدارمي، كتاب النذور والأيمان(2236)

(۲) بہشتی زیور، ص:268

((كَانَتْ يمِينُ النبي ﷺ لا، ومقلبِ الْقُلُوبِ))(١)

''نبی کریم ﷺ کی قسم یہ ہوتی تھی ''دلوں کو پھیرنے والے کی قسم''

نصوص شرعیہ سے واضح ہوا کہ اللہ کی ذات کے ساتھ ساتھ اس کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھانا جائز ہے اور اس کے علاوہ نبی، ولی یا مقدس جگہ کی قسم اٹھانا حرام ہے۔

☆☆☆

(١) صحيح البخاری، كتاب الأيمان والنذور، كيف كانت يمين النبی، رقم: 6138، مسند أحمد ،رقم: 4557

بادشاہوں کی چاپلوسی کرنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((أعيذک بالله يا کعب بن عجرة من أمراء يکونون من بعدی فمن غشي أبوابهم فصدقهم في کذبهم وأعانهم على ظلمهم فليس مني ولست منه ولا يرد عليَّ الحوض))(۱)

''اے کعب بن عجرہ! میں تجھے ان حکمرانوں سے محفوظ رہنے کی دعا دیتا ہوں جو میرے بعد والے زمانے میں آئیں گے، جو شخص ان کے دروازے پر آئے، ان کی جھوٹی باتوں کی تکذیب کرے اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں وہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ آسکے گا''

واضح رہے کہ ہر وہ شخص اس وعید کا مصداق ہے جو کسی شخص سے ذاتی مفادات کے حصول کے لئے شریعت کو پس پشت ڈال دے، دین کا نام لے اور خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کرے۔ ارباب مال واقتدار کی رضامندی کے لئے نت نئے مسائل گھڑنا اور ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرکے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا اسی تملق کا حصہ ہے جسے اس حدیث میں ذکر کیا گیا۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الجمعة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما ذکر في فضل الصلاة (558)، سنن النسائي، کتاب البيعة (4136)، مسند أحمد، أول مسند الكوفيين (17424)

علماء رسولوں کے امین ہیں

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد آیا ہے:

((العلماء أمناء الرسل، ما لم يخالطوا السلطان، ويداخلوا الدنيا، فاذا خالطوا السلطان، وداخلوا الدنيا فقد خانوا الرسل فاحذروهم))(۱)

''علماء، رسولوں کے امین ہیں جب تک وہ بادشاہ سے میل جول نہ رکھیں اور دنیا داری میں مشغول نہ ہوں، جب وہ بادشاہ سے میل جول رکھیں اور دنیا میں مشغول ہو جائیں تو انہوں نے رسولوں سے خیانت کی، پس جس عالم کی یہ حالت ہو تم اس سے اجتناب کرو''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جیسے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں اونٹ ہوتے ہیں ایسے سلاطین کے دروازوں پر فتنے ہوتے ہیں''(۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''امیروں کے دروازے فتنوں کی جگہیں ہیں، تم میں سے کوئی امیر کے پاس جاتا ہے اور اس کی غلط بات کی تصدیق کرتا ہے اور اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کی ایسی خوبی کا تذکرہ کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے''(۳)

عبادت میں ظلم

حکمران قسم کے لوگوں سے دور رہنے میں ہی عزت وایمان کی سلامتی محسوس ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے اعمال میں ظلم وزیادتی کی بہتات محسوس ہوتی ہے جس سے ان کے ہم

---

(۱) اتحاف السادة المتقين للزبيدى(388/1)

(۲) حياة الصحابة (298/3)

(۳) حلية الاولياء (227/1)

نشین محفوظ نہیں رہ سکتے۔

ایک مرتبہ کسی ملک کا بادشاہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا تو ہٹو بچو کا شور مچ گیا اور سپاہی لوگوں کو ان کی جگہ سے اٹھانے لگے۔ پہلی صف کو بادشاہ کے لئے خالی کروالیا گیا اور پہلی صف والوں کو مسجد سے باہر جانا پڑا۔

لوگوں کو بادشاہ کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا اور مختلف قسم کے تبصرے سامنے آنے لگے اور لوگ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے میں مصروف تھے کہ پہلے آتے نہیں اور بعد میں آکر لوگوں کو ان کی جگہ سے اٹھاتے ہیں۔

یہ گفتگو جاری تھی کہ ایک صاحب دل ولی کہنے لگا کہ دیکھو بھائی بادشاہ کی عبادت کا یہ حال ہے کہ ظلم سے خالی نہیں جب یہ بادشاہ خالص ظلم کرتا ہوگا تو کیا حال ہوتا ہوگا......؟‘‘

☆☆☆

جو تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں

سیدنا حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ عَلِمَ الرَّمْىَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا أو قد عصى))(۱)

''جس نے نشانہ بازی سیکھی پھر اس کو چھوڑ دیا (بھلا دیا) وہ ہم میں سے نہیں یا اس نے نافرمانی کی''

مسند احمد بن حنبل میں یہ روایت کچھ یوں ہے:

((من علم الرمی ثم تركه بعد ما علمه فهي نعمة كفرها))(۲)

''جس نے تیر اندازی سیکھنے کے بعد اسے چھوڑ دیا تو اس نے اس نعمت کی ناشکری کی''

پرچم اسلام کو سر بلند اور نشان کفر کو مٹانے کے لئے ہر مسلمان کو محنت، کوشش اور قربانی پیش کرنی چاہئے۔ کفر کے مقابلہ کے لئے روحانی وجسمانی ہر طرح تیار رہنا چاہئے، قرآن

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرمي والحث عليه وذم من علمه ثم نسيه (3543)، سنن النسائي، كتاب الخيل (3522)، سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد (2152)، سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد (2804)، مسند أحمد، مسند الشاميين (16662)، سنن الدارمي، كتاب الجهاد (2218)

(۲) مسند أحمد، مسند الشاميين، حديث عقبة بن عامر الجهني عن النبي صلى الله عليه وسلم (16698)

مجید میں اللہ تعالیٰ حکم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾(۱)

”اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے دشمنوں کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ قوت اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو“

سیدنا حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کھڑے ارشاد فرماتے سنا:

((ألا انَّ الْقُوَّة الرَّمْيُ، ألا انَّ الْقُوَّة الرَّمْيُ، ألا انَّ الْقُوَّة الرَّمْيُ))(۲)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کہا، خبردار، آگاہ رہو قوت نشانہ بازی ہے“

وسائل اور احوال عالم کی ترقی کے پیش نظر، بم میزائل اور گولے فائر کرنا اوران کے چلانے میں مہارت حاصل کرنا یہ انَّ الْقُوَّة الرَّمْيُ کے مفہوم میں داخل ہے۔

☆☆☆

---

(۱) الانفال :60

(۲) صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثم نسیه(3541)، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله صلی الله علیه وسلم(3008)، سنن أبی داؤد، کتاب الجهاد(2153)، سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد(2803)، مسند أحمد، مسند الشامیین(16791)، سنن الدارمی، کتاب الجهاد(2297)

بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانے والا ہم میں سے نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاةً عَلٰى زَوْجِهَا))(۱)

''بیوی کو اس کے شوہر کے متعلق اکسانے والا (بدظن کرنے والا) ہم میں سے نہیں''

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

((وَمَنْ خَبَّبَ عَلٰى امرىءٍ زَوْجَتَهُ فَلَيْسَ مِنَّا))(۲)

''اور جس نے شوہر پر اس کی بیوی کو بدظن کیا وہ ہم میں سے نہیں''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((ومن أفسد امرأة على زوجها فليس هو منا))(۳)

''جس نے کسی شخص کو اس کی بیوی کے خلاف کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے''

ان احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیشہ عورت کے سامنے اس کے شوہر کی اچھائی اور

(۱) رواه أبو داؤد، كتاب الطلاق، باب فيمن خبب امرأة على زوجها (1860)، مجمع البحرين في زوائد المعجمين 315/5، رقم الحديث: 3133، صحيح الترغيب والترهيب(448/2)، رقم الحديث: 2014، شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث: 5433

(۲) صحيح الجامع الصغير وزيادته 6223/2، حديث 1069

(۳) رواه أحمد في باقي مسند المكثرين(8292)

خوبی ہی بیان کرنی چاہئے اور اگر بتقاضائے بشریت اس میں کوئی کمی وکوتاہی یا کمزوری موجود بھی ہے تو اس کو اچھالنے کی بجائے اس کی پردہ پوشی کریں۔ یقیناً جب عورت کے سامنے اس کے شوہر کے متعلق مثبت اور اچھی گفتگو ہوگی تو اس کے دل میں شوہر کا احترام بڑھے گا اور محبت میں اضافہ ہوگا۔

اسلام حسن معاشرت کا حکم دیتا ہے

دین اسلام ہر مسلمان کو حسن معاشرت کا حکم دیتا ہے، بحیثیت مسلمان ہر ایک کا بھلا سوچنا اس سے اظہار ہمدردی کرنا اور خیر خواہی کے جذبات رکھنا فرض ہے بلکہ باہم لڑنے والوں کے درمیان صلح کرواتے وقت اپنی طرف سے کوئی بات کہہ دینا یا کسی کی طرف جھوٹی نسبت کر دینا جس سے دونوں کے دل ایک دوسرے کے متعلق نرم ہو جائیں بالکل درست اور جائز ہے اور پھر بالخصوص میاں بیوی کے درمیان پیار ومحبت اور صلح وصفائی کی فضا پیدا کرنا بہت بڑا صدقہ جاریہ اور اجر وثواب کا کام ہے۔

گھریلو زندگی کو خوش گوار بنایئے

اس لئے ہمیں ہمیشہ میاں بیوی کے درمیان صلح صفائی اور پیار ومحبت کے جذبات پیدا کرنے کے لئے محنت، کوشش اور بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنی چاہئے۔ مگر صد افسوس ہے کہ کئی لوگ ایسے مواقع پر شیطانی کردار ادا کرتے ہیں بات سلجھانے کی بجائے الجھائے رکھنا، عورت کو شوہر سے دور رکھنا، اس کے خلاف بھڑکانا اور اس کی موجودگی میں شوہر کی کمزوریاں اور نقائص بیان کرنا بڑی عقل مندی اور معاملہ فہمی سمجھتے ہیں۔

عورت کی سہیلیاں اس کی زندگی پر بہت اثر انداز ہوتی ہیں، اگر دیندار، نیک اور صلح پسند ہوں تو ہمیشہ صبر برداشت اور غصے کو پی جانے کی تلقین کرتی ہیں، وگرنہ اکثر جذباتی سہیلیاں اور رشتہ دار عورتیں فوراً شوہر کی مذمت اور عورت کی تعریف کرنا شروع کر دیتی ہیں، جس سے بیوی کے دل میں شوہر کی قدر کم ہو جاتی ہے اور معاملہ سلجھنے کی بجائے بگڑتا چلا جاتا ہے۔

آپ کے منہ پر آپ کے شوہر کے متعلق بکنے والی عورتیں آپ کی بدخواہ دشمن اور

زہریلا سانپ ہوسکتی ہیں، خیرخواہ نہیں ہوسکتیں۔

اکثر گھر اس لئے بھی برباد ہوتے ہیں کہ عورت کے والدین اور بہن بھائی ہر وقت اس کے شوہر کے خلاف باتیں اور اس کی غیبتیں کرنے میں مصروف رہتے ہیں، میاں بیوی کے درمیان ہونے والی ناراضگی اور چپقلش میں اپنی بیٹی یا بہن کو معصوم اور اس کی موجودگی میں اس کے شوہر کو قصوروار اور ظالم ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ عورت کو اپنے خاوند کی رازدان نہیں رہنے دیتے بلکہ گھر کی ایک ایک نقل و حرکت پوچھ کر خاوند اور اس کے والدین اور بہن بھائیوں کے متعلق بھڑکانا اور بدظن کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کی بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف باتیں بتاتا ہے یا اسکو اس کے متعلق بدظن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے زہریلے شخص کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

بیوی کیسی ہونی چاہئے؟

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آدمی کو چاہئے کہ بیوی کے بارے میں غور کرے وہ اس طرح کہ بیوی میں دو چیزیں مطلوب ہوتی ہیں ایک اولاد اور دوسرا گھر کا انتظام۔ لہٰذا اگر وہ فضول خرچ ہو تو یہ قابل برداشت عیب ہے اور اگر کہیں اس کے ساتھ بانجھ پن بھی جمع ہو جائے تو پھر اس کو روکے رکھنا بے فائدہ ہے ہاں اگر خوبصورت ہو تو اور بات ہے پھر اگر خوبصورتی کے ساتھ سمجھ داری اور پاک دامنی بھی شامل ہو جائے تو اس کو روکے رکھنا درست ہے لیکن اگر خوبصورتی کے ساتھ ایسی ہو کہ اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کی ضرورت پڑے تو پھر اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے (ورنہ بدنامی کا سبب ہو جائے گی)''(۱)

---

(۱) صید الخاطر (28/2)

غلام کو مالک سے بدظن کرنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ليس منا من خبب امرأة على زوجها أو عبدا على سيده))(۱)

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی مرد کو اس کی بیوی کے خلاف یا آقا کو اس کے غلام کے خلاف بھڑکائے''

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ خَبَّبَ عَبْدًا عَلٰى اَهْلِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا))(۲)

''جس نے غلام کو مالک پر بھڑکایا وہ ہم میں سے نہیں''

دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

((وَمَنْ خَبَّبَ عَلٰى امرِیءٍ مملوكه فَلَيْسَ مِنَّا))

''جس نے کسی آدمی کے غلام کو اس کے متعلق بدظن کیا وہ ہم میں سے نہیں''

آقائے دو عالم اور غلاموں کے حقوق

رسول ہاشمی ﷺ نے غلاموں کے متعلق بھی کئی ایک فرمودات جاری فرمائے ہیں، جن میں واضح طور پر یہ حکم فرمایا کہ ہر غلام کا فرض ہے کہ وہ اپنے آقا و مالک کی فرمانبرداری کرے اور مالک پر یہ فرض ہے کہ وہ اس کے حقوق کا مکمل خیال رکھتے ہوئے اس سے

---

(۱) رواه أبو داؤد، كتاب الطلاق، باب فيمن خبب امرأة على زوجها(1860)

(۲) صحيح الترغيب والترهيب(2/448) رقم: 2014

شفقت، محبت اور مہربانی والا معاملہ کرے، آپ ﷺ نے جب بھی کسی شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے غلام کو لعن طعن کر رہے ہیں یا مار رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں ان سے اچھا سلوک کرتے ہوئے ان کو اچھا کھلاؤ اور پہناؤ، طاقت و ہمت سے بڑھ کر ان سے کام نہ لو۔

بذات خود رسول اللہ ﷺ کا کردار و اخلاق اس قدر مثالی تھا کہ غلام آپ کی غلامی کو آزادی سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے تھے یہ آپ کی محبت اور کمال شفقت کا نتیجہ تھا۔

آقا ﷺ نے غلاموں کو بھی ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا اور ان کے لئے بھی اصول وضوابط کی تعیین فرمائی۔

اگر کوئی غلام اپنے مالک کی سرکشی و بغاوت کرتا ہوا بھاگ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت ہی قبول نہیں فرماتے اور اگر کوئی غلام اپنی نسبت اپنے اصلی مالک کی بجائے کسی اور کی طرف کرلے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اس کی نفلی اور فرضی کوئی نیکی قابل قبول نہیں، جب تک وہ تائب نہیں ہوتا، اس لئے رسول رحمت ﷺ نے اس بات سے منع کردیا ہے کہ کوئی شخص کسی کے غلام کو اس کے مالک کے متعلق بدظن کرے نہ اس کو لالچ وحرص دے کر مالک کی اطاعت سے دور کرے، بلکہ آپ نے تو اس قدر سخت وعید سنائی کہ ایسے سازشی کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اسلام میں غلامی کا تصور

اسلام پہلا دین ہے جس نے غلامی کے راستوں پر قدغن لگادی۔ انسانوں کو غلام بنانے کے راستہ میں جابجا رکاوٹیں اور پابندیاں عائد کیں اور اگر اتنی پابندیوں کے اندر رہتے ہوئے کسی کو غلام بنایا گیا تو پھر ان غلاموں کے زبردست حقوق مقرر کئے اور ان کی آزادی کے بے انتہا راستے کھولے اور جب تک وہ غلام رہیں انہیں عزت کی زندگی عطا کی۔ گویا نام تو غلامی کا رہا لیکن عملاً غلامی ختم کردی گئی، غلام بھائی بنادیئے گئے، ہر غلام مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، مسلمان اپنے غلاموں کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرتے تھے۔

اسلام میں غلام بنانے کی شرائط

اسلام میں غلام بنانے کے لئے متعدد شرائط ہیں، جن میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو غلام نہیں بنا سکتا خواہ وہ دوسرا مسلمان کالا ہو یا گورا، اس کا تعلق دنیا کی کسی بھی نسل، علاقے اور زبان سے ہو، اسے غلام بنانا جائز نہیں کیونکہ دنیا میں بسنے والے سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ یہ شرط اسلام میں ہے دوسرے مذاہب میں اس کی کوئی پابندی نہیں تھی، نتیجہ یہ ہے کہ عیسائی عیسائی کو غلام بنالیتا تھا، یہودی یہودی کو غلام بنالیتا تھا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمان تمام کافروں کو غلام نہیں بنا سکتے بلکہ صرف انہی کافروں کو غلام بنایا جاسکتا ہے جو جنگ کے دوران ہمارے مقابلے میں آئیں۔

اس زمانے میں غلامی کیسے ختم ہوئی؟

اس زمانے میں غلامی کے ختم ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے سمیت دنیا کے بہت سے ممالک اقوام متحدہ کے رکن ہیں۔ ہمارے سب سے بڑے دشمن اسرائیل اور بھارت بھی اقوام متحدہ کے رکن ہیں، نیز جتنے ممالک بھی اقوام متحدہ کے رکن ہیں ان سب نے ایک چارٹر پر دستخط کئے ہوئے ہیں اور یہ معاہدہ کیا ہے کہ ہم اقوام متحدہ کے قوانین کی پابندی کریں گے۔ ان قوانین میں سے ایک قانون یہ ہے کہ اگر جنگ ہوگی تو کوئی بھی قوم کسی دوسری قوم کے جنگی قیدیوں کو غلام نہیں بنائے گی۔ چنانچہ اب اسلام کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر ہماری جنگ کسی بھی ایسے ملک سے ہو جو اقوام متحدہ کا رکن ہے تو ہم ان کے جنگی قیدیوں میں سے مردوں کو غلام اور عورتوں کو باندی نہیں بنا سکتے اور وہ بھی ہمارے جنگی قیدیوں کو غلام اور باندی نہیں بنا سکتے۔

لیکن اسلام کی رو سے اس حکم کا اطلاق ان ممالک کے لئے ہوگا جو اقوام متحدہ کے رکن ہیں۔ جو ممالک اقوام متحدہ کے رکن نہیں، ان کے لئے یہ حکم بھی نہیں چنانچہ جب افغانستان میں روسیوں کے خلاف جہاد ہو رہا تھا اور مجاہدین سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے تو یہ مجاہدین وہ

لوگ تھے کہ جن کی نہ اپنی کوئی حکومت تھی اور نہ یہ کسی اور حکومت کے ماتحت تھے چنانچہ یہ اقوام متحدہ کے رکن بھی نہیں تھے۔ اس وقت ان کے لئے رومیوں کو پکڑ کا غلام بنانا اور ان کی عورتوں کو باندی بنانا جائز تھا۔(۱)

اسلام میں غلاموں کا مقام:

خلفاء راشدین کے دور میں سرکاری عہدوں کے لئے ان حضرات کو ترجیح دی جاتی تھی جو قرآن وحدیث کے ماہر ہوتے تھے۔ ابن ابزی کا پورا نام ''عبدالرحمٰن ابن ابزیٰ'' ہے یہ خالص عرب نہیں تھے بلکہ ان کا شمار موالی میں سے ہوتا ہے۔ موالی سے مراد ایسے لوگ ہیں جو اپنے نسب کے اعتبار سے تو عرب نہ ہو لیکن اہل عرب کے ساتھ مخصوص معاہدوں کی بنیاد پر ان کا تعارف ہو جائے۔ موالی آزاد شدہ غلام کو بھی کہا جاتا ہے۔ موالی حضرات نے فروغ علم کی جو کوشش فرمائی اور اسلام کی اشاعت میں جس ہمت اور جدوجہد سے کام لیا خالص عرب بھی اس مقام کو نہ پہنچ سکے۔ ایک مرتبہ حدیث کے مشہور امام ابن شہاب زہری عبد الملک بن مروان کے پاس تھے، اس موقع پر عبدالملک اور امام زہری کے درمیان مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی:

عبدالملک: مکہ سے تمہاری روانگی کے وقت اہل مکہ کا سردار کون تھا؟

زہری: عطاء بن ابی رباح!

عبدالملک: عرب ہے یا موالی؟

زہری: موالی میں سے!

عبدالملک: تو پھر عرب کا سردار کیسے بن گیا؟

زہری: دیانت اور روایت کی وجہ سے

عبدالملک: بے شک اہل دیانت و روایت ہی سرداری کے مستحق ہیں، اچھا یہ بتائیں کہ اہل یمن کا سردار کون ہے؟

زہری: طاؤس بن کیسان

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلام میں غلامی کا تصور از مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

عبدالملک: عرب ہے یا موالی ؟

زہری: موالی میں سے ہے!

عبدالملک: تو پھر عرب کا سردار کیسے بن گیا؟

زہری: جس بناء پر عطاء مکہ کا سردار بنا

عبدالملک: بے شک جو شخص عطاء کی طرح صاحب دیانت وروایت ہو اس کو سیادت کا حق حاصل ہے، اچھا اہل مصر کا سردار کون ہے؟

زہری: یزید بن حبیب

عبدالملک: عرب ہے یا موالی؟

زہری: موالی میں سے ہے

اس پر بھی حسب معمول گفتگو ہوئی، پھر عبد الملک نے شام کے سردار کے بارے میں پوچھا:

زہری: مکحول الدمشقی

عبدالملک: عرب ہے یا موالی؟

زہری: موالی میں سے !اور غلام بھی کیسا، حبشی قبیلہ ہذیل کی ایک عورت کا آزاد کردہ غلام

عبدالملک: اہل جزیرہ کا سردار کون ہے؟

زہری: میمون بن مہران

عبدالملک: عرب ہے یا موالی؟

زہری: موالی میں سے!

عبدالملک: اہل حرم کا سردار کون ہے؟

زہری: ضحاک بن مزاحم

عبدالملک: عرب ہے یا موالی؟

زہری: موالی میں سے!

عبدالملک: بصرہ کا سردار کون ہے؟

زہری: حسن بن ابی الحسن

عبدالملک: عرب ہے یا موالی؟

زہری: موالی میں سے!

عبدالملک: اہل کوفہ کا سردار کون ہے؟

زہری: ابراہیم النخعی

عبدالملک: عرب ہے یا موالی؟

زہری: عرب!

عبدالملک نے ابراہیم نخعی کا نام سنا تو فرط مسرت سے کہنے لگا: ''زہری تو برباد ہوا تو نے میری تشویش کو دور کر دیا'' اس کے بعد خود ہی کہا ''اللہ کی قسم غلاموں کو بڑے بڑے لوگوں پر سردار ہونا چاہیے، یہاں تک کہ ان کے نام کے خطبے منبر پر پڑھے جائیں اور عرب ان کے نیچے بیٹھے ہوں''

زہری کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! سرداری اللہ کا حکم اور اس کی دین ہے جو کوئی اس کی حفاظت کرے گا سردار ہوگا اور جو اس کو ضائع کر دے گا ذلیل وخوار ہوگا۔ (۱)

ملازم کیسا ہونا چاہیئے؟

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آدمی کو ایسے غلام حاصل کرنے چاہیئے جو شہوت کے غلام نہ ہو کیونکہ شہوت پرست غلاموں کا آقا اور مالک ان کی شہوت ہوتی ہے۔ مالک کو اپنے غلاموں کی طبیعت میں غور کرنا چاہیئے کیونکہ بعض ایسے ہوتے ہیں جو اعزاز واکرام سے رام ہوتے ہیں تو چاہیئے کہ ان سے عزت کے ساتھ پیش آئے تا کہ ان کی محبت حاصل کر لے اور بعض توہین اور تذلیل سے جھکتے ہیں تو ان کی بھی دلداری کرنا چاہیئے

(۱) تفسیر روح البیان (321/3)

اپنے غلاموں کی غلطیوں سے چشم پوشی کرنا چاہئے۔ لیکن اگر چشم پوشی ممکن نہ ہو تو نرمی سے ڈانٹے اور حتی الامکان سزا دینے سے پرہیز کرے، غلاموں کے لئے آرام اور راحت کا بھی ایک وقت مقرر کر دینا چاہئے'' (۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو غلام اپنے آقا کے ساتھ خیر خواہی اور وفاداری کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرے وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہے'' (۲)

آقا کا ماتحت سے رویہ کیسا ہونا چاہئے؟

اسلام نے عہدہ و منصب اور اقتدار کے حامل لوگوں کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ان کے حقوق ادا کریں، ان کے ساتھ کسی قسم کا ظلم روا نہ رکھیں۔ احادیث میں غلاموں اور ماتحتوں کے بہت سے حقوق وارد ہوئے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو آقا اپنے غلام کو ناحق مارتا ہے، قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا'' (۳)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ملازمین کو مارنا بھی اس وعید میں داخل ہے'' (۴)

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م:1624ء) فرماتے ہیں:

''غلاموں اور ماتحتوں پر مشفق اور مہربان رہنا چاہئے اور ان کے قصوروں پر مواخذہ نہ کرنا چاہئے اور موقع و بے موقع ان نامرادوں کو

---

(۱) صید الخاطر (27/2)

(۲) صحیح مسلم، باب ثواب العبد (4318)

(۳) مجمع الزوائد (436/4)

(۴) معارف الحدیث

مارنا، کوٹنا، گالی دینا اور ایذا پہنچانا مناسب نہیں ہے۔'(۱)

موجودہ زمانہ میں اگرچہ غلاموں اور باندیوں کا وجود ختم ہو چکا ہے لیکن مذکورہ نصائح کو اس لئے ذکر کر دیا گیا کہ آدمی کو ملازم اور خادم کے تقرر کے لئے ان صفات کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ اور اپنے ملازم کے لئے مذکورہ بالا حقوق کی رعایت کرنی چاہئے۔

☆☆☆

(۱) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب: ۳۴، ص: ۳۹۳۔۳۹۴

جو حاملہ (قیدی عورت) سے صحبت کرے ہم میں سے نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ليس من من وطيء حبلى))(۱)

"جس نے حاملہ (قیدی عورت) سے جماع کیا وہ ہم میں سے نہیں"

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب مجاہدین کسی بلاد کفر کو فتح کریں اور ان کی عورتیں باندی بنا کر غنیمت میں تقسیم کردی جائیں تو مسلمان مردوں کو چاہئے کہ ان میں سے حاملہ خواتین سے اس وقت تک ازدواجی تعلق قائم نہ کریں جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے دیں۔ اس حکم کا مقصد بچے کے نسب کی حفاظت ہے۔

واضح رہے کہ موجودہ دور میں اگر مسلمان کسی کافر ملک کو فتح کرتے ہیں تو ان کی خواتین کو باندی نہیں بنایا جاسکتا۔ اس حکم کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حفاظتِ نسب، ایک شرعی تقاضا

اسلام نے زمانہ جاہلیت کے جن نظریات ومعمولات کو باقی رکھا ہے ان میں ایک چیز حفاظت نسب بھی ہے۔ اہل عرب علو نسب اور ثبوت نسب کو فخر کی چیز سمجھا کرتے تھے۔ اسلام نے بھی نسب کی حفاظت پر زور دیا اور ایسے احکامات جاری کئے جو اس امر میں ممد ومعاون ثابت ہوں۔

شریعت اسلامیہ میں عورتوں کے لئے عدت کا جو حکم ملتا ہے، اس کے پیچھے بھی حفاظت نسب کا نظریہ کارفرما ہے۔ بالخصوص حاملہ عورت کی عدت وضع حمل قرار دینے کی تو

(۱) مسند أحمد، من مسند بني هاشم، بداية مسند عبد الله بن عباس (2204)

علت ہی یہی ہے۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ حاملہ عورت کی عدت، وضع حمل ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ھذہ العدۃ انما تجب لئلا یصیر الزوج بھا ساقیا ماء ہ زرع غیرہ"(۱)

"حاملہ عورت کی عدت وضع حمل اس لئے قرار دی گئی ہے کہ دوسرا شوہر اپنے پانی سے غیر کی کھیتی کو سیراب نہ کرے"

اسلام میں قیدیوں کو غلام بنانے کا طریقہ

اگرچہ اسلامی تعلیمات کی رو سے جنگ کے دوران پکڑے جانے والے کافروں کو قیدی بنانا جائز ہے لیکن اسلام نے قیدی بنا کر رکھنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی اور اس بات کو پسند نہیں کیا کہ ان انسانوں کو جیل میں ڈال کر سڑایا جائے۔ ملک کے خزانے پر بوجھ ڈالا جائے، انسان کو بالکل بیکار کر کے ڈال دیا جائے کہ کھانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں۔ عام طور پر جیلوں میں پڑے ہوئے قیدی طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں، جنسی جرائم کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔

اسلام کہتا ہے کہ اس ذلت آمیز قید سے بہتر ہے کہ تم ان قیدیوں کو غلام بنالو۔ لیکن غلام بنانے کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی کہ ان غلاموں کے حقوق بھی ادا کئے جائیں، مثلاً ان کے کھانے پینے کا انتظام بھی کرو، انہیں تعلیم بھی دلواؤ، ان کی تربیت بھی کرو ان کی شادیاں بھی کرو، انہیں معاشرے کا حصہ بناؤ، انہیں کاروبار میں لگاؤ۔ اگر کسی عورت کو باندی بناؤ تو اس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے کی بھی اجازت ہے، شرعاً مالک اور باندی کے درمیان وہ جنسی تعلق قائم ہو سکتا ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے لیکن اس تعلق کے نتیجہ میں اگر بچہ پیدا ہو جائے تو وہ آزاد ہوگا۔

پھر اس طرح غلام بنانے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے حکومت کے خزانے

---

(۱) بدائع الصنائع(304/3)

پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ اتنے قیدیوں کو اگر جیلوں میں رکھا جائے تو ان کے لئے بہت بڑی جیل بنوانی پڑتی ہے۔ ان کی حفاظت کے لئے عملہ رکھنا پڑتا ہے۔ کھانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی وہ مصیبت اور پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اسلام کی اختیار کردہ صورت میں حکومت کو ان قیدیوں پر کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا اور قیدی بھی زیادہ آرام سے رہتے ہیں، ان کی صحت بھی زیادہ اچھی رہتی ہے اور پھر یہ کہ ان کے تمام فطری اور جنسی تقاضوں کے پورے ہونے کا انتظام بھی ہوتا ہے۔

اسلام غلامی کو ختم کرنا چاہتا ہے

بات صرف یہاں پر ختم نہیں ہوتی کہ اسلام نے قیدی بنانے کا ایک بہتر طریقہ اختیار کیا اور انہیں قیدیوں کا نام دے کر انہیں ان کے تمام حقوق دیئے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اسلام اس غلامی کو بھی ختم کرنا چاہتا ہے۔ اسلام نے غلامی کے سلسلے میں جو اقدامات کئے ہیں۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج جو دنیا میں غلامی کا طریقہ ختم ہوا ہے، یہ دراصل اسلام کی اسی حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔

غلامی کے خاتمہ کے لئے اسلام نے بہت اہم اقدامات کئے۔ جن میں سے سب اہم یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنے کے اتنے زیادہ راستے بنا دیئے کہ بہانے بہانے سے غلام کو آزادی مل جاتی ہے۔ (۱)

☆☆☆

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلام میں غلامی کا تصور، ص: 20-18

جنازے کے آگے چلنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے جنازے کے ساتھ چلنے کے طریقے کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

((السیر ما دون الخبب فان یکن خیرا تعجل الیه أو قال لتعجل الیه وان یک سوی ذاک فبعدا لأهل النار الجنازة متبوعة ولا تتبع لیس منا من تقدمها))(۱)

''جنازہ کے ساتھ قدرے تیز رفتار کے ساتھ چلو، اگر مرنے والا خیر پر ہے تو اس کو جلدی اس کے ٹھکانے تک پہنچادو، اور اگر وہ خیر سے ہٹا ہوا ہے تو جہنم والے کو اپنے سے جلدی دور کرو، جنازہ کے پیچھے چلا جاتا، جنازہ پیچھے نہیں ہوتا، جو شخص جنازے کے آگے چلے وہ ہم میں سے نہیں''

مذکورہ الفاظ کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔ سنن ترمذی کی روایت میں ''لیس منھا'' اور سنن أبی داؤد کی روایت میں ''لیس معھا'' کے الفاظ ہیں، اس صورت میں حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا:

''جو جنازے کے آگے چلا وہ جنازے کے ساتھ نہیں''

جنازہ کے ساتھ چلنا، فقہی مذاہب کی روشنی میں

واضح رہے کہ جنازہ کے آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف چلنا بالاتفاق جائز ہے،

(۱) مسند أحمد، مسند المکثرین من الصحابة، مسند عبد الله بن مسعود (3547)، سنن الترمذی، کتاب الجنائز عن رسول الله صلی الله علیه وسلم(932)، سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز(2769)

البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔

سفیان ثوری اور امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ کسی جانب کو دوسری جانب پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ جنازہ کے ساتھ آدمی جیسے چاہے چل سکتا ہے۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ پیدل چلنے والے کے لئے جنازہ کے آگے چلنا اور سوار کے لئے جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے۔

احناف کے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔(۱)

احناف ان تمام روایت سے استدلال کرتے ہیں جن میں ''اتباع الجنائز'' کا ذکر آیا ہے۔ اتباع الجنائز کا معنی ہے ''جنازہ کے پیچھے چلنا''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع أمرنا باتباع الجنائز......))(۲)

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا آپ نے ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے کا حکم دیا......''

ایک مرتبہ عمرو بن حریث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''جنازہ کے آگے چلنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جنازہ کے پیچھے چلنے کو آگے چلنے پر وہ فضیلت حاصل ہے جو فرض نماز کو نفل نماز پر حاصل ہے''(۳)

حضرت طاؤس تابعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

((ماشى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى جنازة حتى مات الا خلف الجنازة))(۴)

---

(۱) اختلاف کی تفصیل کے لئے دیکھئے: أوجز المسالک، باب المشی امام الجنازة (4/208)

(۲) صحيح البخاری، باب الأمر باتباع الجنائز (1/166)

(۳) شرح معانی الآثار، باب المشی مع الجنازة أين ينبغی أن يكون معها (1/223)

() مصنف عبد الرزاق، باب المشی أمام الجنازه (3/445)، رقم الحديث: 6262

''حضور ﷺ ہمیشہ جنازے کے پیچھے ہی چلا کرتے تھے''

ان تمام روایات اور زیر بحث حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے پیچھے چلنا ہی ادب کا تقاضا اور شریعت کا حکم ہے۔

جنازے کے پیچھے چلنے کے آداب

جنازے کے پیچھے چلتے ہوئے ان آداب کا خیال رکھنا چاہئے:

1- جنازے کے پیچھے چلنے کا حکم مردوں کے لئے ہے۔ یہ عمل عورتوں کے لئے نہیں۔

2- جنازے کے پیچھے چلتے وقت نیت یہ ہو کہ میں اس مسلمان کا حق ادا کرنے کے لئے شرکت کر رہا ہوں اور جنازے کے پیچھے چلنا چونکہ حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے اور آپ کا حکم ہے اس لئے میں بھی آپ ﷺ کی اتباع میں شریک ہو رہا ہوں۔

3- جنازے کے ساتھ چلنے کا ایک ادب یہ ہے کہ خاموشی سے چلیں، بلا ضرورت باتیں کرنا بھی اچھا نہیں۔ ''کلمہ شہادت'' کا نعرہ لگانا یا کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھنا سنت کے خلاف ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

4- جنازہ اٹھاتے وقت موت کا مراقبہ کیجئے کہ جو وقت اس پر آیا ہے مجھ پر بھی آنے والا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

واذا حملت الی القبور جنازة
فاعلم بانک بعدها محمول

''جب تو قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لے کر جائے تو اس بات کا خیال کر لیا کر کہ تجھے بھی ایک دن اسی طرح اٹھا کر لے جایا جائے گا''

5- جب جنازہ لے کر جا رہے ہوں تو اس کے پیچھے پیچھے چلیں، دائیں بائیں بھی چلیں تو ٹھیک ہے، لیکن جنازے کے آگے آگے چلنا ٹھیک نہیں۔ البتہ کندھا دینے کی غرض سے وقتی طور پر آگے بڑھ جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

6- جنازہ کو تیز قدم سے لے کر چلنا چاہئے۔ حدیث میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ اگر وہ جنتی ہے تو اس کو جنت میں پہنچانے میں دیر کیوں کی جائے؟ اور اگر معاذ اللہ دوزخی ہے تو دوزخ والے کو اس کے ٹھکانے پہنچا کر اپنے کندھے سے اس بوجھ کو دور کرو۔

7- قبرستان میں جب تک جنازہ کندھوں سے اتار کر نیچے نہ رکھ دیا جائے، اس وقت تک لوگ نہ بیٹھیں بلکہ کھڑے رہیں، البتہ جب جنازہ نیچے رکھ دیا جائے تو اس وقت بیٹھ سکتے ہیں۔

جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ

جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے میت کے دائیں ہاتھ کی طرف والا پایہ اپنے داہنے کندھے پر رکھیں اور کم از کم دس قدم چلیں یہ افضل ہے، بشرطیکہ دس قدم چلنے کی طاقت ہو۔ لہٰذا دوسرے لوگوں کو اتنی جلدی نہیں کرنی چاہئے کہ ابھی ایک نے جنازہ کندھے پر رکھا اور دوسرے شخص نے فوراً آگے بڑھ کر اس کو لے لیا، پھر میت کے دائیں پاؤں کی طرف کا پایہ اپنے داہنے کندھے پر اٹھائے اور دس قدم چلے، اور پھر میت کے بائیں ہاتھ کی طرف کا پایہ اپنے بائیں پر اٹھائے اور دس قدم چلے پھر میت کے بائیں پاؤں کی طرف کا پایہ اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے اور دس قدم چلے، اس طرح ہر شخص جنازے کے چاروں اطراف میں کندھا دے اور چالیس قدم چلے، یہ طریقہ سنت سے زیادہ قریب اور افضل ہے، اگرچہ اس کے خلاف کرنا ناجائز نہیں، لیکن سنت کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔

زیرناف بال صاف نہ کرنے والا اور ناخن نہ کاٹنے والا ہم میں سے نہیں

بنوغفار کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ ارشاد فرمایا:

((من لم يحلق عانته ويقلم أظفاره ويجز شاربه فليس منا))(۱)

''جو شخص اپنے زیرناف بال صاف نہ کرے، ناخن نہ کاٹے اور مونچھیں نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں''

اس حدیث میں تین مضامین بیان کئے گئے ہیں:

1- زیرناف بال صاف کرنا
2- ناخن کاٹنا
3- مونچھیں تراشنا

مونچھوں کا شرعی حکم اور دیگر تفصیل گزر چکی ہے۔ اب ہم اول الذکر دو مضامین کے متعلق شرعی تقاضوں کا ذکر کرتے ہیں۔

زیرناف بال صاف کرنے کا حکم

زیرناف بالوں کی صفائی ان دس خصال فطرت میں سے ہے جو تمام سماوی ادیان کا حصہ رہی ہیں، انسانی جسم کی صحت اور نظافت کی تکمیل اس عمل کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ جدید طبی تحقیقات بھی اس امر کو بخوبی ثابت کر چکی ہیں کہ زیرناف بالوں کی صفائی بہت سی بیماریوں سے بچنے کا سبب ہیں اور اس کی وجہ سے انسان کی جنسی خوبیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۱) مسند أحمد، باقي مسند الأنصار، حديث رجل من بني غفار (22382)

زیرناف ان تمام بالوں کو صاف کرنا ضروری ہے جو استنجے کے دوران رکاوٹ کا ذریعہ بن سکتے ہوں یا جن کے ذریعے نجاست کے تعدی ہونے کا اندیشہ ہو۔

ناخن تراشنے کا حکم

ناخن تراشنا بھی فطری امور میں سے ہے، بڑھے ہوئے ناخنوں میں میل کچیل جمع ہو جاتا ہے جو پاکیزگی کے خلاف ہے، اسی طرح میل کی وجہ سے بسا اوقات پانی جڑوں تک نہیں پہنچ پاتا، اس لئے ناخن کاٹنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

زیرناف بال کی صفائی اور ناخن کاٹنے کی مدت

امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ مونچھیں ترشوانے، ناخن لینے اور بغل اور زیرناف کی صفائی کے سلسلے میں ہمارے لئے چالیس دن کی حد مقرر کی گئی ہے کہ ان سے زیادہ نہ چھوڑیں۔(۱)

بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ مونچھیں تراشنے، ناخن لینے اور زیرناف کی صفائی کا اہتمام کیا جائے، امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو نماز جمعہ کے لئے نکلنے سے پہلے اپنے ناخن تراشتے اور مونچھیں کترتے تھے۔(۲)

ناخن تراشنے کا طریقہ

ناخن تراشنے میں انگلیوں کی ترتیب کیا ہونے چاہئے؟ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ احادیث میں اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں پائی جاتی۔(۳)

امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کیا جائے، درمیان کی انگلی، اس کے ساتھ والی اور چھوٹی انگلی کے ناخن کاٹے جائیں، پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے تک کے ناخن تراشے

(۱) صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة(258)

(۲) أوجز المسالک، کتاب اللباس، باب ماجاء فی السنة فی الفطرة(230/14)

(۳) فتح الباری(423/10)

جائیں، آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹا جائے اور پاؤں کے ناخن تراشنے میں ابتدا دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے کی جائے اور علی الترتیب بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کیا جائے۔(۱)

☆☆☆

(۱) شرح مسلم للنووی، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة(129/1)

خادم کو مخدوم کے متعلق بدظن کرنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

((مَنْ خَبَّبَ خَادِمًا عَلٰی اَهْلِهَا فَلَيْسَ مِنَّا))(۱)

''جس نے خدمت کرنے والے کو اس کے مالکوں کے خلاف بھڑکایا وہ ہم میں سے نہیں''

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوکر، خادم شاگرد وغیرہ کے متعلق حکم فرمایا کہ ان کو اکسانے والا بھی ہم میں سے نہیں۔ سچی بات ہے کہ اگر اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمدردی، خیر خواہی اور اچھا گمان اس دین کی روح ہیں۔ اور اسلام میں مسلمان کے بارے میں سازش، پروپیگنڈا اور ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرنا حرام ہیں۔ اس کے سامنے اس کے دوست، مالک یا تعلق دار کی خامیاں بیان کرنا اور اس کو اس سے بدظن کرنے کی ناپاک کوشش کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ الگ الگ بیان فرمایا کہ کوئی شخص بیوی غلام اور خادم (نوکر) کو مالک کے خلاف نہ کرے اس کے سامنے اس کی کوئی بات نہ کرے جس سے ان کے تعلقات میں کشیدگی اور کمی واقع ہو۔ کیونکہ اگر ان رشتوں اور تعلقات میں بگاڑ واقع ہو جائے تو معاشرے کا امن تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

---

(۱) رواہ أحمد فی باقی مسند المکثرین(8292)، المستدرک للحاکم 196/2، سلسلة الاحادیث الصحیحة ،(643/1)رقم الحدیث: 324

[ضمیمہ]

دین میں بدعات داخل کرنے والا

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾(۱)

''جن لوگوں نے اپنے دین میں راہیں نکالیں اور بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو گئے آپ کو ان سے کوئی سروکار نہیں، ان کا کام اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، پھر وہ جتلائے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے''

آیت مبارکہ کی تفسیر

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس آیت میں غلط راستوں پر پڑنے والوں کے متعلق اول تو یہ بتلا دیا کہ اللہ کا رسول ان سے بری ہے، رسول کریم ﷺ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، پھر ان کو یہ وعید شدید سنائی کہ ان کا معاملہ بس اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے وہی ان کو قیامت کے روز سزا دیں گے۔

دین میں تفریق ڈالنا اور فرقے بن جانا جو اس آیت میں مذکور ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اصول دین کے اتباع کو چھوڑ کر اپنے خیالات اور خواہشات کے مطابق یا شیطانی مکر و تلبیس میں مبتلا ہو کر دین میں کچھ نئی چیزیں بڑھا دے یا بعض چیزوں کو چھوڑ دے''(۲)

صاحب تفسیر مظہری نے لکھا ہے:

---

(۱) الأنعام:159

(۲) معارف القرآن(3/502)

''اس میں پچھلی امت کے لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے اپنے اصول دین کوترک کر کے اپنی طرف سے کچھ چیزیں ملادی تھیں، اور اس امت کے اہل بدعت بھی جو دین میں اپنی طرف سے بے بنیاد چیزوں کوشامل کرتے رہتے ہیں''(۱)

رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث میں اس مضمون کواس طرح واضح فرمایا:

''میری امت کوبھی وہی حالات پیش آئیں گے جو بنی اسرائیل کو پیش آئے جس طرح کی بداعمالیوں میں وہ مبتلا ہوئے میری امت کے لوگ بھی مبتلا ہوں گے بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے، میری امت کے تہتر فرقے ہوجائیں گے جن میں سے ایک فرقہ کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ نجات پانے والافرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا''وہ جماعت جومیرے طریقہ پراور میرے صحابہ کے طریقہ پر چلے گی وہ نجات پائے گی''(۲)

بدعت کی حقیقت ومذمت

اہل علم حضرات نے بدعت کا یہ معنی بیان کیا ہے:

''دین میں ایسی بات پیدا کرنا جونہ صراحۃ قرآن وحدیث میں موجود ہواور نہ ہی اس کا منشاء موجود ہو''

اس لئے اجتہادی مسائل بدعت نہیں کیونکہ یہ احکامات صراحۃً تو موجودنہیں ہوتے لیکن ان کا منشاءضرورموجودہوتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہئے کہ جس نئی چیزکودین سمجھ کرکیا جائے وہ بدعت ہے

---

(۱) تفسیر مظہری،سورۃ الانعام،آیت:159

(۲) سنن الترمذی، کتاب الایمان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة(2565)

اور جس چیز کو دین سمجھ کر نہ کیا جائے وہ بدعت نہیں، اسی وجہ سے علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''مرگ کے موقع کی جتنی رسمیں ہیں وہ بدعت ہیں اور شادی کے موقع کی رسمیں اسراف تو ہیں لیکن بدعت نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ فوتگی کے موقع پر تمام رسوم دین سمجھ کر کی جاتیں ہیں اور شادی کے موقع کی رسمیں دین سمجھ کر نہیں کی جاتیں''

یہی وجہ ہے کہ سائنسی ایجادات مثلاً جہاز، ریل وغیرہ کو کوئی بھی بدعت نہیں کہتا کیونکہ ان کے استعمال کو کوئی بھی دین یا باعث ثواب سمجھ کر نہیں کرتا، بلکہ ایک سہولت سمجھ کر ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

بدعتی کی بھرپور مذمت اس لئے بھی بیان کی گئی کہ یہ شخص زبان حال سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ دین ابھی کامل نہیں ہوا بلکہ میں اسے کامل کروں گا اور اس طرح اپنے عمل سے وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی اس آیت کا انکار کرتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾(۱)

''آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور میں تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہو گیا''

بدعت کی بنیاد

بدعت کی بنیاد نبی پاک ﷺ اور آپ کے اصحابہ کے مبارک طریقوں کو چھوڑنے پر قائم ہوتی ہے۔ جب لوگ دین میں نت نئی باتوں اور رجحانات کو داخل کرنا شروع کریں تو اسی سے بدعت کی عمارت قائم ہونا شروع ہوتی ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مسلمان کی سعادت اسی میں ہے کہ ہر کام میں کتاب اللہ اور سنت

(۱) سورة المائدة، رقم الآية: 3

رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرلے، اور جس آیت یا حدیث کی مراد میں اشتباہ ہو اس میں اس کو اختیار کرے جس کو جمہور صحابہ کرام نے اختیار فرمایا ہو۔ اس مقدس اصول کو نظر انداز کردینے سے اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہوگئے کہ تعامل صحابہ اور تفسیرات صحابہ کو نظر انداز کرکے اپنی طرف سے جو جی میں آیا اس کو قرآن وسنت کا مفہوم قرار دے دیا، یہی وہ گمراہی کے راستے ہیں جن سے قرآن کریم نے بار بار روکا اور رسول کریم ﷺ نے عمر بھر بڑی تاکید کے ساتھ منع فرمایا اور اس کے خلاف کرنے والوں پر لعنت فرمائی''(۱)

بدعت کی برائی، احادیث کی روشنی میں

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وعظ فرمایا ایسا کہ جس سے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور دل کانپ اٹھے، ہم نے عرض کیا ''یارسول اللہ! یہ رخصت ہونے والے کی سی نصیحت ہے، آپ ﷺ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور امیر کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں وہ امیر خواہ ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ جو میرے بعد زندہ رہے وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ دین میں پیدا کی جانے والی نئی نئی باتوں سے بچو کیونکہ یہ گمراہی ہیں۔ جو اس حال کو دیکھے اسے چاہئے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کے طریقے پر مضبوطی سے کاربند رہے''(۲)

---

(۱) معارف القرآن (3/504)

(۲) سنن الترمذی، کتاب العلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع (2600)، سنن ابن ماجه، كتاب المقدمة (42)، مسند أحمد، مسند الشاميين (16519)، سنن الدارمي، المقدمة (95)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ خطاب فرماتے تو آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور غصہ سخت ہو جاتا گویا کہ کسی لشکر سے خوف دلا رہے ہوں، اور فرماتے ''صبح وہ لشکر حملہ آور ہوگا یا شام کو'' اور یہ بھی فرماتے ''میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح کہ یہ دو انگلیاں'' پھر اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملاتے، پھر فرماتے ''امّا بعد! سب سے بہتر خصلت اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے، سب سے بدترین کام دین میں نئی نئی باتوں کا پیدا کرنا ہے اور ہر نئی بات گمراہی ہے''(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دو چیزیں اسلام کے لئے ضروری ہیں، ایک کلام اللہ اور دوسری چیز طریقہ پیغمبر ﷺ، پس سب سے بہتر کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ خبردار! نئی نئی باتوں سے بچنا کیونکہ بدترین کام دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرنا ہے جبکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (۲)

بدعتی کے اعمال قبول نہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صاحبِ بدعت کا اللہ تعالیٰ روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، فرض، نفل غرض کوئی بھی نیک عمل قبول نہیں فرماتے، وہ بدعتی شخص اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جس طرح بال آٹے سے نکل جاتا ہے۔ (۳)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة(1435)، سنن النسائی، کتاب صلاة العیدین(1560)، سنن أبی داؤد، کتاب الخراج والأمارة والفیء(2565)، سنن ابن ماجه، المقدمة(44)، مسند أحمد، باقی مسند المکثرین(13642)،سنن الدارمی، المقدمة(208)

(۲) سنن ابن ماجه، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل(45)

(۳) سنن ابن ماجه، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل(48)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اس وقت تک بدعتی کے عمل کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں جب تک وہ بدعت نہ چھوڑے۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

''جس نے ہمارے دین میں کسی ایسی بات کا اضافہ کیا جو کہ اس میں ہے ہی نہیں تو اس کی بات نا قابل قبول ہوگی''(۲)

بدعت، اسلاف امت کی نظر میں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م:101ھ) فرماتے ہیں:

''لوگوں نے جو بدعت بھی ایجاد کی ہے سنت رسول ﷺ میں اس کی قباحت اور برائی کی دلیل موجود ہے یا اس میں خود عبرت ہے اس لئے کہ طریق سنت کو اس ذات حق تعالیٰ نے جاری کیا ہے جس نے پہلے یہ معلوم کرلیا تھا کہ اس طریق کے خلاف میں خطا ولغزش، حماقت اور تکلیف ہے''(۳)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت اور خواہشات نفسانیہ کی پیروی کرنے والوں کی نہ باتیں سنو، نہ ان سے مناظرے کرو اور نہ ان کی ہم نشینی اختیار کرو''(۴)

---

(۱) سنن ابن ماجه، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل(49)

(۲) صحيح البخاری، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود(2499)، صحيح مسلم، كتاب الأقضية(3242)، سنن أبی داؤد، كتاب السنة(3990)، سنن ابن ماجه،المقدمة(14)، مسند أحمد، باقی مسند الأنصار(23311)

(۳) سنن أبی داؤد(2/285)

(۴) طبقات ابن سعد(7/121)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م:179ھ) فرماتے ہیں:

''نئی انوکھی باتوں کا علم برا علم ہے اور بہترین علم وہ ظاہر دین ہے جسے پوری امت نے نقل کیا ہے''(۱)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں:

چار آدمیوں سے علم حاصل نہیں کرنا چاہئے:

1- بے وقوف سے

2- گمراہ شخص سے جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو

3- جھوٹے شخص سے جو عام گفتگو میں جھوٹ بولتا ہو خواہ حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو

4- ایسے شخص سے جو بظاہر فاضل نیک اور عبادت گزار ہو لیکن اسے یہ سمجھ نہ ہو کہ وہ کونسی حدیث لے رہا اور آگے کیا بیان کر رہا ہے۔

یعنی اس میں روایت کی اہلیت تو ہو مگر اس میں درایت یعنی سمجھ اور تفقہ نہ ہو۔(۲)

قاضی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (م:187ھ) فرماتے ہیں:

''جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا ہے اس کو حکمت نصیب نہیں ہوتی''(۳)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م:241ھ) فرماتے ہیں:

''اہل بدعت سے صاف صاف کہہ دو کہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے''(۴)

---

(۱) ترتیب المدارک للقاضی عیاض الدین، ص:191

(۲) الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء للامام عبد البر الاندلسی(م: 463ھ) ص:74

(۳) کتاب الاعتصام(106/1)

(۴) سیرت ائمہ اربعہ، ص:246

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ (م:258ھ) فرماتے ہیں:

"تمام اختلافات کی اصل تین چیزیں ہیں اور ان تینوں کی تین ضدیں ہیں، جو شخص ایک اصل سے علیحدہ ہوتا ہے وہ اس کی ضد میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ تین اصل یہ ہیں ایک توحید اور اس کی ضد شرک ہے، دوسرے سنت اور اس کی ضد بدعت ہے، تیسری اطاعت اور اس کی ضد معصیت ہے"(۱)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (م:597ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے اس دین کے اندر علم اور عمل دونوں طرف سے داخل ہونے والی بدعتوں پر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایسے راستوں سے داخل ہوئی ہیں جو اس دین سے پہلے موجود تھے اور لوگوں کے دل ان سے مانوس تھے، چنانچہ علم اور اعتقاد میں آنے والی بدعتیں فلسفہ کے راستہ سے آئی ہیں اور عمل کے باب میں داخل ہونے والی بدعتیں رہبانیت کے راستے سے آئی ہیں"(۲)

مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو لوگ نیک کاموں میں لگے ہوتے ہیں ان کے لئے شیطان نے ایک اور حربہ نکالا ہے اور وہ یہ کہ بدعتیں جاری کروا دیتا ہے لوگ چونکہ بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے انہیں گناہ نہیں سمجھتے لہٰذا توبہ بھی نہیں کرتے"(۳)

☆☆☆

---

(۱) ثمرات الاوراق، ص:99

(۲) صید الخاطر (1/2)

(۳) کام کی باتیں، ص:135

فہرس المراجع

1- القرآن الحکیم تنزیل من الرحمن الرحیم۔

2- صحیح البخاری۔ للامام محمد بن اسمعیل البخاری(م:٢٥٦ الهجرية)۔من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية،دارالكتب العلمية، بيروت

3- صحیح مسلم ۔للامام أبی الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری (م:٢٦١ الهجرية) ۔من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية، دارالكتب العلمية، بيروت

4- سنن أبی داؤد۔ للامام سلیمان بن اشعث السجستانی (م:٢٧٥ الهجرية)۔ من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية، دارالكتب العلمية، بيروت

5- جامع الترمذی۔ للامام محمد بن عیسی الترمذی (م:٢٧٩)۔من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية، دارالكتب العلمية، بيروت

6- سنن النسائی۔للامام الحافظ أبی عبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علی ابن بحر النسائی (م:٣٠٣ الهجرية) ۔من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية،دارالكتب العلمية، بيروت

7- سنن ابن ماجه۔ للامام ابی عبد الله محمد بن یزید الربعی

القزوينى(م:٢٧٣)۔ من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية، دارالكتب العلمية، بيروت

8- كنز العمال فى سنن الأقوال و الأفعال۔ للامام علاء الدين على المتقى بن حسام الدين الهندى البرهان فورى (م: ٩٧٥الهجرية)، بتحقيق بكرى حيانى۔صفوة السقا،طبع من مؤسسة الرسالة،الطبعة الخامسة فى 1981ء، من منشورات:http:// www.raqamiya.org

9- المستدرك على الصحيحين فى الحديث۔ للامام أبى عبد الله محمد بن عبد الله بن المعروف بالحاكم (م:٤٠٥ الهجرية) ، دارالكتب العلمية، بيروت. بتحقيق مصطفى عبد القادر عطا،الطبعة الأولى فى1990ء.

10- مؤطا الامام مالك۔ للامام انس ابن مالك الأصبحى المدنى (م:٨٤ الهجرية)۔ من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية،دارالكتب العلمية، بيروت

11- مسندالامام أحمد ۔لأبى عبد الله أحمد بن حنبل الشيبانى (م:٢٤١ الهجرية)۔من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية، دارالكتب العلمية، بيروت

12- سنن الدارمى۔ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمى (م:٢٥٥ الهجرية)۔من منشورات شركة البرامج الاسلامية الدولية، دارالكتب العلمية، بيروت

13- المعجم الكبير،لسليمان بن أحمد بن أيوب أبى القاسم الطبرانى، طبع من مكتبة العلوم والحكم الموصل،بتحقيق حمدى بن عبد المجيد السلفى،الطبعة الثانية فى 1983م

14- شعب الایمان،لأبی بکر أحمد بن الحسین البیهقی، دار الکتب العلمیة، بیروت، بتحقیق محمد السعید بسیونی زغلول، الطبعة الأولی فی 1410الهجریة.

15- مصنف ابن ابی شیبة(المصنف فی الأحادیث و الآثار) لأبی بکر عبد الله بن محمد بن أبی شیبة الکوفی،مکتبة الرشد، الریاض، الطبعة الأولی فی 1409الهجریة، بتحقیق کمال یوسف الحوت،

16- جامع الأحادیث، جلال الدین السیوطی، من منشورات المکتبة الشاملة، أنظر (http://www.islamport.com)

17- عمدة القاری شرح صحیح البخاری، لبدر الدین العینی الحنفی، ملفات ورود من ملتقی أهل الحدیث (http://www.ahlalhdeeth.com)

18- تفسیر ابن کثیر،۔الحافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی (م:٧٧٤الهجریة)، قدیمی کتب خانه، کراتشی.

19- فتح الباری شرح صحیح البخاری، لأحمد بن علی بن حجر أبی الفضل العسقلانی الشافعی، طبع من دارالمعرفة، بیروت فی 1379الهجریة، بتحقیق أحمد بن علی بن حجر الفضل العسقلانی

20- مقدمة ابن خلدون،لابن خلدون، من منشورات http://www.alwarraq.com

21- حلیة الاولیاء وطبقات الأصفیاء۔للامام الحافظ أبی نعیم أحمد بن عبد الله الأصفهاني (م: ٤٣٠ الهجریة) ۔ دار الکتاب العربی، بیروت.الطبعة الرابعة فی 1405الهجریة.

22- البدایة و النهایة ۔الحافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی (م:٧٧٤الهجریة)۔ من منشورات المکتبة الشاملة، أنظر (http://www.islamport.com)

-23 الاصابة فی تمییز الصحابة۔ للامام احمد بن علی بن حجرالعسقلانی(م:۸۵۲الھجریة)۔ دار الجیل، بیروت، بتحقیق علی محمد البجاوی.الطبعة الأولی فی 1412الھجریة.

-24 الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف۔ للامام الحافظ عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، طبعت من دار الکتب العلمیة، بیروت،بتحقیق ابراھیم شمس الدین، الطبعة الأولیٰ 1417الھجریة.

-25 الطبقات الکبری۔ للامام محمد بن سعد بن منیع الزھری (م:۲۳۰ الھجریة)۔ دار صادر، بیروت

-26 تاریخ الطبری(تاریخ الأمم والملوک)۔للعلامة ابی جعفرمحمدبن جریربن یزید الطبری (م:۳۱۰ الھجریة)۔دارالکتب العلمیة، بیروت الطبعة الأولی فی 1407،

-27 أسد الغابةفی معرفة الصحابة۔ للامام عز الدین ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری(م:۶۳۰الھجریة)۔طبعة دارالفکر۔ بیروت.

-28 تھذیب التھذیب۔للامام احمد بن علی بن حجرالعسقلانی (م:۸۵۲الھجریة)۔ من منشورات المکتبة الشاملة، أنظر (http://www.islamport.com)

-29 مجمع الزوائدومنبع الفوائد۔ للامام الحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الھیثمی (م:۸۰۷الھجریة)۔ دارالکتب۔ بیروت.

-30 سیر أعلام النبلاء۔ لشمس الدین بن محمدالذھبی(م:)۔ مؤسسة الرسالة۔ بیروت، لبنان. من منشورات المکتبة الشاملة، أنظر (http://www.islamport.com)

-31 الدر المنثور،لعبد الرحمن بن الکمال جلال الدین السیوطی،

دارالفکر، بیروت 1993م

32- زاد المعاد، شمس الدین محمد بن أبی بکر ابن القیم الجوزیة(م:۷۵۱الهجریة)

33- مختار الأحادیث النبویة والحکم النبویة۔ للسید أحمد بن ابراهیم الهاشمی(م:۱۳۶۲ھ۔۱۹۴۳م)۔ بتحقیق د/محمد الاسکندرانی۔ دارالکتاب العربی۔بیروت۔ لبنان.

34- حیاة الصحابة رضی الله عنهم۔للعلامة الداعیة محمد یوسف الکاندهلوی (م:۱۹۶۵م)۔ کتب خانه فیضی۔لاهور.

35- حادی الأرواح، شمس الدین محمد بن أبی بکر ابن القیم الجوزیة(م:۷۵۱الهجریة)، المکتبة المکیة، لاهور.

36- صید الخاطر۔للامام أبو الفرج عبد الرحمن ابن الجوزیؒ (م:۵۹۷ھ)۔من منشورات الموقع: WWW.MISHKAT.ORG

37- کشف الباری، مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مکتبہ فاروقیہ، کراچی۔

38- سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، مولانا عبدالسلام ندویؒ ومعہ جماعۃ من العلماء، ادارۂ اسلامیات، لاہور۔

39- معارف القرآن، مفتی محمد شفیع صاحب، ادارۃ المعارف، کراچی۔

40- مظاہر حق، نواب قطب الدین، دارالاشاعت، کراچی۔

41- معارف الحدیث، مولانا منظور احمد نعمانی، دارالاشاعت، کراچی۔

42- تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، دارالاشاعت، کراچی۔

43- ارشادات مجدد الف ثانی، مفتی محمود اشرف عثمانی، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

44- ثمرات الاوراق یعنی کشکول، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، دارالاشاعت، کراچی۔

45- حیوۃ الحیوان، علامہ دمیری، ادارہ اسلامیات، لاہور
46- ملفوظات کمالات اشرفیہ، از افادات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔
47- تراشے، مفتی تقی عثمانی، ادارۃ المعارف، کراچی
48- انمول جواہرات، مولانا فیاض الدین چترالی، مکتبۃ المستجاب، لاہور۔
49- درس ابن ماجہ، مولانا فیاض الدین چترالی، مکتبۃ المستجاب، لاہور۔
50- تذکرۂ مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مکتبہ خلیل، لاہور۔
51- مجالس مفتیٔ اعظم (ملفوظات مفتی محمد شفیع صاحب) مرتبہ مفتی عبدالرؤف سکھروی، ادارۃ المعارف، کراچی۔
52- مولانا الیاسؒ اوران کی دینی دعوت، مولانا سید ابوالحسن علی الندویؒ (م:۱۴۲۰ھ)، المکتبۃ المدینۃ، لاہور۔
53- کام کی باتیں، حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب، معہد الخلیل الاسلامی، کراچی۔
54- صحبتے با اہل حق (افادات وارشادات مولانا عبد الحقؒ، اکوڑہ خٹک) ضبط و ترتیب مولانا عبدالقیوم حقانی، القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ، نوشہرہ۔
55- المرتضی، مولانا سید ابوالحسن علی الندوی (م:۱۴۲۰ھ)، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور۔
56- بہشتی زیور، مولانا اشرف علی تھانوی، دارالاشاعت، لاہور۔
57- درس ترمذی، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، ادارۃ المعارف، کراچی۔
58- اسلام میں حیوانات کے احکام، مولانا محمد یوسف خان صاحب، بیت العلوم، لاہور۔
59- جواہر الفقہ، مفتی محمد شفیع صاحب، ادارۃ المعارف، کراچی
60- مجالس حکیم الاسلام، قاری محمد طیب صاحب، دارالاشاعت، کراچی۔

61- اسلام میں غلامی کا تصور، مفتی محمد رفیع عثمانی، بیت العلوم، لاہور۔

62- سیرت ائمہ اربعہ، قاضی اطہر مبارکپوری، ادارہ اسلامیات، لاہور

63- ملفوظات محدث کشمیری، اشرف اکیڈمی، لاہور

64- اسلام اور سیاست حاضرہ، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ المعارف، کراچی

65- رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

66- اسلام اور دہشت گردی، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد، 2006ء

67- روضة الخطباء و كيف تكون خطيبا ناجحا؟۔ د/مصطفى مراد، جامعة الازهر۔ دارالفجر التراث۔ القاهرة.

68- تاريخ الأدب العربى، احمد حسن الزيات، قديمى كتب خانه، كراتشى.

اولاد کے حقوق

اور

والدین کی ذِمّہ داریاں

مؤلف

مولانا ھارُون معاویہ

بیتُ العُلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون [illegible]

شوہر کے حقوق
اور
بیوی کی ذمّہ داریاں

مؤلف
مولانا ھارون معاویہ

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]

والدین کے حقوق

اور

اولاد کی ذِمّہ داریاں

مؤلف

مولانا ھارُون معاویہ

بیتُ العُلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]

دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

﴿ملتان﴾	﴿کراچی﴾	﴿راولپنڈی﴾
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	﴿اسلام آباد﴾
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	المسعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	پیر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن کراچی	﴿پشاور﴾
﴿ڈیرہ غازی خان﴾	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۱۰ ڈیرہ غازی خان	﴿کوئٹہ﴾	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
﴿بہاولپور﴾	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	﴿سرگودھا﴾	﴿سیالکوٹ﴾
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	بنگش بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
﴿سکھر﴾	﴿گوجرانوالہ﴾	﴿اکوڑہ خٹک﴾
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
﴿حیدرآباد﴾	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گٹی حیدرآباد	﴿راولپنڈی﴾	﴿فیصل آباد﴾
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدرآباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغرباء کورٹ روڈ حیدرآباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
بھٹائی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدرآباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
﴿کراچی﴾	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقراء بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد

بیت العلوم کی مطبوعات
ایک نظر میں

- آیات قرآنی کے شانِ نزول — امام نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ
- انبیاء کرام علیہم السلام کی آزمائشیں — مولانا آصف نسیم
- آخرت کے عجیب وغریب حالات — جلاالدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
- اللہ کو کیا پسند کیا ناپسند؟ — مولانا آصف نسیم
- محمدؐ کو کیا پسند کیا ناپسند — مولانا آصف نسیم
- امت مسلمہ کے محسن علماء — مفتی ثناء اللہ محمود
- ائمہ اربعہؒ کے دلچسپ واقعات — مولانا اویس سرور
- اطاعت والدین — حکیم محمود احمد ظفر
- امثال القرآن — مولانا خالد محمود
- اسلام کا معاشرتی نظام — حکیم محمود احمد ظفر
- اسلاف کا حیرت انگیز حافظہ — مولانا اویس سرور
- اصلاحی واقعات کا مثالی مجموعہ — مولانا ہارون معاویہ
- بھوک اور فاقہ نفسی کے فوائد — ابن ابی دنیا رحمۃ اللہ علیہ
- برکت کے اسباب اور محنت کی اہمیت — مولانا آصف نسیم
- پیغمبر اسلام اور بنیادی انسانی حقوق — حکیم محمود احمد ظفر
- تقابل ادیان — مولانا یوسف خان
- تذکرے — مولانا مفتی تقی عثمانی
- تقویٰ اور ورع کی حقیقت — ابن ابی دنیا رحمۃ اللہ علیہ
- تعلیمات نبویؐ اور جدید علم نفسیات (دو جلدیں) — مولانا ہارون معاویہ
- خلاصہ قرآن رکوع بہ رکوع — مولانا محمد ظفر اقبال
- خواتین کے لئے اصلاحی بیانات — مولانا ناظم اشرف
- خواتین کے بناؤ سنگھار کے شرعی احکام — مفتی ثناء اللہ محمود
- درس وتدریس کے آداب — امام بدرالدین کنانی رحمۃ اللہ علیہ
- دس فقہائے صحابہؓ — مولانا خالد محمود
- دنیا سے بے رغبتی — عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ
- دین دنیا کے آداب — محمد بن حبیب ماوردی رحمۃ اللہ علیہ
- روزنِ تاریخ سے — قاری عبدالرحمٰن
- سیرت امام مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورینؓ — مولانا نورالحسن بخاری
- سوبڑے زاہدین اورانکے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ — مفتی ثناء اللہ محمود
- سوزاہد خواتین اور ان کی سردار سیدہ فاطمہ الزہراؓ — مفتی ثناء اللہ محمود
- سچی توبہ کیجئے — مفتی ثناء اللہ محمود
- شہدائے صحابہؓ — مولانا آصف نسیم
- صفہ اور اصحاب صفہ — مولانا مفتی مبشر
- علماء میدان سیاست میں — حکیم محمود احمد ظفر
- عشرہ مبشرہؓ کے دلچسپ واقعات — مولانا اویس سرور
- عذاب الٰہی اور اس کے اسباب — ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ
- فضائل امہات المومنینؓ — مفتی ثناء اللہ محمود
- قرآن حکیم میں عورتوں کے قصے — لجنۃ المصنفین
- قصص البخاری — مولانا محمد ظفر اقبال
- قرآنی تعلیمات اور اس کے تقاضے — مولانا ہارون معاویہ
- کامیاب زندگی کے راہنما اصول — ابن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ
- کتابوں کی لائبریری میں — مولانا ہارون معاویہ
- گناہوں کے برے اثرات — حافظ عبدالرحمٰن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ
- مظلوم صحابہؓ کی داستانیں — مولانا نورالحسن بخاری
- محبت کی حقیقت اور اس کے تقاضے — ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ
- معاشرے کی روحانی بیماریاں اور ان کا علاج — حکیم محمود احمد ظفر
- رحمت کے فرشتوں سے محروم گھر — مولانا آصف نسیم
- فتنہ دجال قرآن وحدیث کی روشنی میں — مولانا محمد ظفر اقبال
- فتنہ یاجوج ماجوج قرآن وحدیث کی روشنی میں — مولانا محمد ظفر اقبال
- قصص القرآن (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) — علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
- قصص الانبیاء (طبری رحمۃ اللہ علیہ) — امام طبری رحمۃ اللہ علیہ
- قیامت کی نشانیاں (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) — علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ